بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماہنامہ

رجب ۱۴۲۴ھ ستمبر ۲۰۰۳ء

مُدیر مسئول
مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقا[illegible] کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مر[illegible]الت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

ماہنامہ الحق کی جلد نمبر ۳۸ کا اشاریہ
شعبان ۱۴۲۳ھ تا رجب ۱۴۲۴ھ اکتوبر ۲۰۰۲ء تا ستمبر ۲۰۰۳ء

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ وار ان صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ---------- مدیر

نقش آغاز

نئی حکومت کا شاخ نازک پر قیام (راشد الحق سمیع) ۲
عراق کے خلاف امریکہ کی متوقع جارحیت ۴
سیکولر ترکی میں مذہبی جماعت کی شاندار کامیابی ۷
امریکی جارحیت کا متوقع نشانہ بد قسمت عراق ۶۶
قافلہ علم وادب کے آخری حدی خواں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی جدائی ۶۸
متحدہ مجلس عمل سرحد حکومت کے انقلابی اقدامات ۱۳۸
خطیب بادشاہی مسجد مولانا عبدالقادر آزاد کی رحلت ۱۳۹
معروف مستشرق پروفیسر میری این شمل کی وفات ۱۴۰
عراقی بحران پر فرانس، جرمنی، چین اور روس کا عالم اسلام کیلئے قابل تقلید کردار ۲۰۲
مولانا سمیع الحق صاحب کی سینٹ الیکشن میں کامیابی ۲۰۴
شیخ الحدیث مولانا لطافت الرحمان سواتی کی رحلت ۲۰۵
سقوط بغداد ۲۶۶
حضرت مولانا شبیر احمد کی رحلت ۲۷۰
حضرت مولانا گوہر رحمانؒ کی وفات ۲۷۱
ایل ایف او پر حکومت اور اپوزیشن کے مذاکرات ۳۳۷
آنجہانی مرزا طاہر کی موت ۳۳۹
سرحد اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری ایک عہد ساز واقعہ ۴۰۱
پشاور میں جماعت اسلامی کے کارکنوں کی ہنگامہ آرائی ۴۰۳
حضرت مولانا اللہ دسایا قاسم کی حادثاتی موت ۴۰۴
صدر مشرف کا دورۂ امریکہ و یورپ۔ خدشات ہی خدشات ۴۶۵
اعلیٰ عدالتوں سے دینی مدارس کی ڈگریوں کو بے توقیر کرنے ۴۶۷
پاکستانی افواج کا عراق بھیجنے کا فیصلہ ۵۲۹
متحدہ مجلس عمل اور حکومت کے طولانی مذاکرات، دارالعلوم کے انتہائی مخلص اور قدیم فاضل مولانا قاضی فضل دیانؒ کی جدائی ۵۹۳

عالم اسلام

مسلماں کو مسلمان کر دیا طوفان مغرب نے (محمد الیاس ندوی) ۱۵
سی بی ایس چینل کی دہشت گردی۔ مسلمانوں کا تعاقب اور جبری قال ویل کی معافی (ڈاکٹر حقانی میاں قادری) ۱۳۲
ابھرتا ہوا نیا عالمی نظام (جنرل اسلم بیگ) ۲۰۶
عراقی بحران۔ سینٹ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا اہم اور تاریخی خطاب (سید اظہر علی رضوی) ۲۷۲
جب انسانی خون ارزاں ہو جائے (جنرل اسلم بیگ) ۲۹۲
افغانستان اور علاقائی سلامتی کونسل کے تقاضے (جنرل اسلم بیگ) ۳۵۹
قدم اٹھا یہ مقام انتہائے راہ نہیں (مولانا عیسیٰ منصوری) ۴۲۷
عالم اسلام کی زبوں حالی اور پستی کے اسباب (مفتی سیف اللہ حقانی) ۴۵۴
عراق میں شکست۔ مگر کس کی (مولانا نور عالم خلیل) ۴۷۰
جو چپ رہے گی زبان خنجر (مولانا محمد الیاس ندوی) ۴۹۶
غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے کچھ اہم مسائل (مفتی ذاکر حسین نعمانی) ۵۱۵
امریکیوں کی مدد کیلئے عراق میں پاکستانی افواج بھیجنے کا شرعی حکم (مفتی سیف اللہ حقانی) ۵۲۳
پاکستانی افواج کا عراق بھیجنے کا شرعی حکم ۵۳۲
امریکہ کے ہاتھوں سقوط بغداد کے مضمرات وحقائق ۵۳۸
عالمی سامراج اور مسلم امہ (حکیم سید محمود) ۶۲۵
پس چہ باید کرد (پروفیسر حمید اللہ) ۶۳۱

سیرت النبی

حضورؐ کے دعویٰ رسالت کی صداقت پر واقعاتی شواہد (پروفیسر قاضی حلیم فضلی) ۴۷۵

خطبات و مواعظ

اولیاء و علماء کی مصاحبت کے برکات ۵۵۵

تاریخ ادب و سوانح

سرسید مفتی عتیق الرحمان عثمانی کی نظر میں (ضیاء الدین لاہوری) ۳۵
ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ عالم اسلام کا ایک عظیم محقق ومصنف (مولانا محمد عیسیٰ منصوری) ۔ ۷۱
ڈاکٹر حمید اللہ۔ شخصیت کے چند پہلو (ڈاکٹر محمود الحسن عارف) ۱۴۱
پشتو زبان اور ہمارا معاشرہ (مشتاق الرحمان شفق) ۱۸۰
ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ ترکش مارا خدنگ آخریں (پروفیسر خورشید احمد) ۲۱۰
مولانا اشرف علی تھانوی بطور شارح حافظ شیرازی (محمد یونس میو) ۳۶۵
حضرت مولانا قاری عبید الرحمان صاحبؒ (قاری سعید الرحمان) ۴۴۰
سوئے عقبیٰ عالم شیریں بیانے رفت رفت (فارسی نظم) (مولانا فانی) ۴۵۶
حفاظت دین میں فکر قاسمی کی اہمیت وضرورت (محمد یونس میو) ۴۸۳
مولانا محمد صابر (مولانا قاری سعید الرحمان) ۵۶۱
شیر شاہ سوری (کرنل محمد اعظم) ۵۷۰
علم و فضل کی دنیا (حافظ محمد سلمان الحق) ۵۸۲
مفتی اعظم برما محمود داؤد یوسفؒ (حافظ محمد موسیٰ رنگونی) ۶۴۸
حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی (سید احتشام احمد ندوی) ۶۰۷

ملکی صورتحال

سرحد کی صوبائی اسمبلی سے منظور شدہ شریعت بل اور پیش ہونے والا متوقع حسبہ ایکٹ کا مکمل متن (ادارہ) ۴۰۵

علم، علماء اور دینی مدارس

دینی مدارس علوم نبوت اور نفاذ شریعت (مولانا انوار الحق) ۶۰۲

بحث و تحقیق

قرآن کریم کے تراجم۔ ماضی پر نظر اور مستقبل کا لائحہ عمل (ڈاکٹر احمد خان) ۔ ازدواجی تعلقات (تعبیہ الزوجین) (ڈاکٹر سید زاہد علی

واسطی) ....۲۰_۳۳، ۱۰۰، ۱۵۳، ۲۴۳، ۳۱۲

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟ (مفتی مختار اللہ حقانی) ....۴۹، ۱۲۷، ۱۸۸، ۲۵۱

سلام کے بعد امام کے رخ پھیر کر بیٹھنے کا مسئلہ (مصباح الدین قاسمی) ۱۴۶

جدید اصول تحقیق کی تشکیل میں مسلمان محدثین کے کارنامے (محمد یونس میو) ۲۱۶_۳۰۱

ماہیت باری تعالیٰ پر ایک نظر (علامہ شہاب الدین ندویؒ) ۲۷۷، ۳۴۰، ۴۱۷

کرنسی نوٹ کی تین فقہی وضاحتیں (مفتی ذاکر حسن نعمانی) ۳۲۶

عہد فاروقی کا معاشرتی نظام (حکیم سید محمود احمد) ۳۵۳

عورت کا چہرہ اور اسکا پردہ (مفتی محمد اسمٰعیل طورو) ۵۰۵

قرآن مجید کی آیات و رکوعات (ڈاکٹر قاری محمد طاہر) ۵۷۷

قرآن و سنت میں ربا ''سود'' کی حقیقت (عبدالمجیب) ۶۱۲

روایت و درایت کا آغاز و ارتقاء (پروفیسر محمد طیب) ۶۱۷

آزمائش شرط ہے (ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی) ۶۴۰

اصلاح وارشاد، دعوت و تبلیغ

نعمتیں انعام بھی اور امتحان بھی (مولانا انوار الحق) ۶

اسلام میں رزق حلال کی فضیلت واہمیت (مولانا انوار الحق) ۱۱۰

عبادالرحمان کے اوصاف (مولانا انوار الحق) ......۱۶۲_۲۳۶، ۲۹۵

دوسری عظیم ماں (ڈاکٹر اصغر حسن) ۱۹۷

دعوت وتبلیغ (حضرت مولانا انوار الحق) ۳۷۹

سلام کی شرعی اہمیت وفضیلت (ڈاکٹر دلشاد بیگم) ۳۸۶

اتفاق واتحاد کی اہمیت وفضیلت (مولانا انوار الحق) ۴۴۷

حضرت امام اعظمؒ کی اپنے شاگرد امام ابو یوسفؒ کو وصیتیں (محمد ناظم الدین قاسمی) ۶۱۴

افکار و تاثرات

اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ (عبدالمجیب بنام مدیر) ۲۵۹

دارالعلوم کے شب و روز

عصری علوم میں اعلیٰ کارکردگی کے مظاہرے پر جامعہ حقانیہ کیلئے ایوارڈ (شفیق الدین فاروقی) ۱۹۹

حضرت مولانا محب الرحمٰن قریشی کا سانحہ ارتحال ۱۹۹

جمعیت علماء برطانیہ کے امیر مولانا عبید الرحمٰن کی رحلت۔ ۲۶۲

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد صابر (حضرو) کا انتقال۔ ۲۶۲

دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات۔ واردین وصادرین۔ دعائے مغفرت ۳۳۲

معزز مہمانان گرامی کی آمد۔ طالبعلم عبدالرشید اور مفتی عبدالرحمان حقانی کا سانحہ ارتحال ۳۹۲

دارالعلوم کے مخلصین کو صدمات ۳۹۲

دارالعلوم کے سہ ماہی تقریب تقسیم انعامات ۳۵۷

جرمن اور برطانوی سفارتکاروں کی دارالعلوم آمد ۴۵۷

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات ۵۲۴

مولانا شاہ احمد نورانی کی دارالعلوم تشریف آوری ۵۲۴

مولانا انوار الحق صاحب کی وفاق المدارس اور شوریٰ کے اجلاس میں شرکت ۵۲۴

بین الاقوامی میڈیا کی دارالعلوم آمد ۵۲۴

دارالعلوم کی سالانہ دستار بندی و تقسیم اسناد، مجلس شوریٰ کا اجلاس، دارالعلوم کے قدیم فاضل مولانا بہرہ مندؒ کی وفات ...... ۶۵۰_۶۵۱

تبصرہ کتب

فتاویٰ حقانیہ (شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ و دیگر مفتیان) ۶۱

شرح شمائل ترمذی (مولانا عبدالقیوم حقانی) ۱۳۵

تاج اعظم (ترجمہ مع حواشی) حقیقۃ الاسلام (قاری قیام الدین الحسینی (مترجم) ۱۳۶

زاد آخرت (حاجی سرفراز خان پیر پیاوی) ۲۶۳

ماہنامہ نور علیٰ نور۔ اشاعت خاص۔ حضرت عائشہؓ صدیقہؓ (مولانا عبدالرشید انصاری) ۳۶۴

تفسیر القرآن بالقرآن والسنۃ من الصحاح السنۃ المعروف التفسیر النبویؐ (ڈاکٹر محمد دین پشاوری) ۳۳۳

مجموعہ صلوۃ وسلام (مولانا لیاقت علی شاہ نقشبندی) ۳۳۴

خطبات امین (محمد ظفر اقبال) ۳۳۵

خطبات علی میاں (مولانا محمد رمضان میاں) ۳۹۳

ماہنامہ انوار القرآن (حافظ الحدیث نمبر) مولانا عبدالرشید انصاری) ۳۹۴

ماہنامہ آب حیات (سیرت النبیؐ کا عسکری پہلو اور عصر حاضر) (مولانا محمود الرشید حدوٹی) ۳۹۵

حیلے اور بہانے (مولانا عاشق الٰہیؒ) ۳۹۶

فضائل دعا (الحاج ابراہیم یوسف) ۳۹۷

صحابہ رسولؐ اسلام کی نظر میں (مولانا نور عالم خلیل امینی) ۴۵۸

المباحث الاسلامیہ (مولانا نصیب علی شاہ ہاشمی) ۴۵۹

انوار القرآن (تفسیری لغات) (مولانا عبدالرحمان) ۴۶۰

مستورات کی تبلیغی جماعت (الحاج ابراہیم یوسف) ۴۶۱

مجموعہ خطبات (مولانا جمیل الرحمان اختر) ۴۶۱

ماہنامہ بیداری (محمد موسیٰ بھٹو) ۴۶۲

حسن گفتار (طالب ہاشمی) ۵۲۵

ماہنامہ الراحۃ (مولانا سید العارفین) ۵۲۵

سراغ زندگی (مولانا عبدالقیوم حقانی) ۵۲۶

میرے حضرت شیخ (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) (مولانا عبدالقیوم حقانی ۵۲۶

مروجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت (مفتی عبدالرؤف سکھروی) ۵۲۷

حیات شیخ التجوید والقرأت (مولانا قاری فداء اللہ) درس قرآن (مولانا اشرف علی تھانوی)، زیتون کے فوائد (مبین ٹرسٹ) آثار صالحہ (مولانا عبدالقیوم) میزان (جسٹس وجیہہ الدین احمد) حضورؐ استاد و مربی (شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ) مکتوبات مفکر اسلام علی میاں (سید محمد حمزہ ندوی) ....۵۸۶ تا ۵۸۹

مشاہیر کا سفر آخرت (مولانا محمد ازہر) ۶۵۲

دوائے دل (مولانا تھانوی) ۶۵۳

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ------ 38
شمارہ نمبر ----- 12
رجب ----- ۱۴۲۴ھ
ستمبر ----- ۲۰۰۳ء

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: متحدہ مجلس عمل اور حکومت کے طوالانی مذاکرات۔ دار العلوم کے انتہائی مخلص اور قدیم فاضل مولانا قاضی فضل دیانؒ کی جدائی .... راشد سمیع حقانی ۲
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو .... علامہ شاہ بلیغ الدین ۶
دینی مدارس علوم نبوت اور نفاذ شریعت کی ایک تحریک .... مولانا انوار الحق ۱۱
حضرت عمر کی جرأت ایمانی .... سید احتشام احمد ندوی ۱۶
قرآن وسنت میں ''ربا'' (سود) کی حقیقت .... جناب عبد المجیب ۲۱
حضرت امام اعظمؒ کی اپنے شاگرد امام ابو یوسفؒ کو وصیتیں .... محمد ناظم الدین قاسمی ۲۳
روایت و درایت کا آغاز .... پروفیسر محمد طیب ۲۶
عالمی سامراج اور مسلم امہ .... حکیم سید محمود سہارنپوری ۳۴
پس چہ باید کرد .... پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ ۴۰
آزمائش شرط ہے .... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۴۹
مفتی اعظم برماؒ کی رحلت .... حافظ محمد موسیٰ رنگونی ۵۷
دار العلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین ۵۹
تبصرہ کتب .... م۔ا۔ف ۶۱

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

Computer Operator : BABBER HANIF

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630340 , 630435 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز　　راشد الحق سمیع حقانی

متحدہ مجلس عمل اور حکومت کے طولانی مذاکرات

حکومت، اپوزیشن اور خصوصاً متحدہ مجلس عمل کے درمیان گزشتہ نو ماہ سے جاری اعصاب شکن لاحاصل مذاکرات سے قوم اب مزید عاجز آچکی ہے۔ آئے روز مذاکرات طویل انتظار اور پھر ناکامی کی نوید۔ آخر ہر معاملے کی بھی ایک حد ہوتی ہے اور ہٹ دھرمی کی بھی ایک انتہا۔ لیکن حکومت اور پرویز مشرف نے تو ایسی پالیسی اختیار کر رکھی ہے جس سے اسمبلیوں کا ٹوٹنا تو درکنار ملک وملت کے دولخت ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ نشہ اقتدار میں دھت حکمرانوں نے ضد اور انکار کے ایسے ریکارڈ قائم کر دیئے ہیں جس سے ماضی کے امروں کی تاریخ قاصر نظر آتی ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ تو یہ کوئی معمہ اور لاینحل قضیہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے پوری قوم اور دنیا جانتی ہے کہ موجودہ حکومت اور خصوصاً پرویز مشرف امریکی حکومت کی کٹھ پتلی ہیں اور امریکی ایجنڈے پر فیصلے کرنا ان کا بنیادی مقصد ہے۔ اور امریکی ایجنڈا یہی ہے کہ ملک وملت مزید منتشر، پریشاں اور متفرق رہیں اور ملک کے بنیادی مسائل جوں کے توں ہوں اور پاکستان کے ائرپورٹس اور دیگر حساس مقامات پر قابض امریکی افواج کی طرف نہ تو ایم ایم اے کا دھیان جائے اور نہ اپوزیشن اور دیگر جماعتوں کا۔

بدقسمتی سے اپوزیشن اور خصوصاً ایم ایم اے کو بھی ایل ایف او کے جال میں شروع دن ہی سے کچھ اس طرح سے الجھایا گیا ہے کہ ان سے بھی اپنا بنیادی ایجنڈا اور اہم مقاصد پس منظر میں چلے گئے ہیں اور وہ آسانی سے حکومت اور امریکہ کے دام میں پھنس گئے ہیں اور پارلیمانی پیریڈ کے قیمتی ترین نو ماہ ایل ایف او اور وردی جیسے مسائل پر ضائع کر دیئے حالانکہ ان نو ماہ میں متحدہ مجلس عمل اسمبلی میں پاکستان میں امریکی قبضے، یہاں اس کی اجارہ داری، خفیہ سرگرمیاں اور خصوصاً مجاہدین اسلام کے خلاف بڑھتے ہوئے آپریشنز کے خلاف جدوجہد کرتی اور امریکہ کے خلاف قرارداد منظور کراتی تو اس سے متحدہ مجلس عمل کے ووٹروں، اسکے سپوٹروں اور اس کے کارکنوں کو اطمینان حاصل ہوتا۔

آج امریکہ پاکستان میں مجلس عمل کی کامیابی کے باوجود اپنے مقاصد بہت آسان اور سہل طریقے سے حاصل کر رہا ہے۔ جہاں بھی چاہے اور جس جگہ بھی چاہے ایف بی آئی بغیر خوف وخطر کے، اور بغیر کسی قاعدہ وقانون اور احتساب کے ڈر سے مجرمانہ اور ظالمانہ کاروائیاں کر رہی ہے اور ان سے باز پرس کرنے والا بھی کوئی نہیں اور نہ ہی اسمبلی میں ایل او ایف کی وجہ سے اس پر ایم ایم اے والے بات کر سکتے ہیں۔ اس لئے خدارا جلد از جلد مذاکرات کی بھول

جھلیوں سے نکل کر اصل ہدف اور کام کی طرف آیئے۔ اسمبلی میں شریعت بل کی منظوری آپ کی منتظر ہے۔ پچپن سال سے اس ملک کے غریبوں کی آنکھیں آپ نجات دہندوں کی راہ تک رہی ہیں کہ کب ہماری مظلوم آواز بھی اسمبلی میں سنائی جائے گی۔ اسی طرح پاکستان کے بنیادی مسائل جو ہمیشہ سے نظرانداز ہوتے چلے جارہے ہیں ان کے حل کے لئے بھی کوئی سبیل آپ ہی کے منتظر ہے۔ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک کے مسلمانوں کی نگاہیں بھی آپ کی جانب ہیں' کہ آپ ان کے لئے کیا کارنامے سرانجام دیتے ہیں۔ اور آپ ان کے مسائل اور دکھوں کے لئے کیا مداوا کرتے ہیں؟ اسی طرح القدس' فلسطین' کشمیر' عراق' افغانستان اور چیچنیا کے عوام بھی آپ سے بہت سی امیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ لوگوں نے ہی بڑے دعوے اور وعدے کئے تھے۔ آپ تو امت مسلمہ کو جگانے کے لئے اور اس کی نشاۃ ثانیہ کے لئے آئے تھے معلوم نہیں آپ خود کس جہاں میں کھو گئے اور کس لئے غافل ہو گئے؟

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تمہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

قوم تو ان شاطر سیاستدانوں اور ان کی روایتی چالبازیوں سے جاں بلب ہو چکی تھی اور عوام ایک بہت بڑی تبدیلی کے منتظر تھے جس کا اظہار انہوں نے آپ کو ووٹ دے کر اور آپ کو کامیاب کروا کر کثیر تعداد میں اسمبلیوں میں پہنچا دیا۔ قوم نے تو اپنی ذمہ داری بہت حمیت اور غیرت کے ساتھ نبھائی۔ خدارا ان سیاسی مداریوں سے آپ اپنا پاک وصاف دامن بچا کے رکھیں اور شاطر حکومت کے شطرنج نما مذاکرات میں وقت ضائع نہ کریں۔ کوئی بھی جرأت مندانہ فیصلے کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔ قوم بھی ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہے۔ خدارا ملک وملت اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اس شب تاریک کا سینہ چاک کر کے ان کے لئے صبح درخشاں کی نوید بن جائیں۔ متحدہ مجلس عمل ہی پاکستان میں اسلامی انقلاب کی صورت بن کے آئی ہے۔ واللہ اس کے بعد دوسری کوئی بھی صورت پاکستان میں اسلامی انقلاب کی نظر نہیں آتی۔ اور نہ ہی آئندہ الیکشن میں پاکستان کی مقتدر قوتیں آپ کو اقتدار میں آنے دیں گی۔ آپ کو جو کچھ کرنا ہے جلد سے جلد کریں۔

وقت کم ہے آپ کے مقابلے میں برائی کی قوتیں زیادہ اور مجتمع ہیں۔ شروع میں پورا عالم کفر آپ کی وجہ سے لرزہ براندام تھا' کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے چل کر خندہ زنی کی نوبت آئے۔ خدارا اپنے کارواں کو بھی منتشر ہونے سے بچایئے۔ آنے والے طوفانوں کا مقابلہ تنہا نہیں بلکہ یکجا ہو کر کیا جا سکتا ہے۔ میدان عمل آپ کا منتظر ہے' صحیح فیصلہ کیجئے' سوچ سمجھ کر کیجئے' اور قدم بڑھایئے اور ملک وملت کو کچھ دیجئے۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

دارالعلوم کے انتہائی مخلص اور قدیم فاضل مولانا قاضی فضل دیانؒ کی جدائی

فضلاء حقانیہ اور قارئین ''الحق'' کیلئے یہ افسوسناک اطلاع یقیناً باعث حزن وغم ہوگی کہ دارالعلوم حقانیہ کے قدیم ترین فاضل اور نامور عالم دین حضرت مولانا قاضی فضل دیان مرحوم ۳ ستمبر ۲۰۰۳ء کو پشاور کے ایک مقامی ہسپتال میں دل کے دورے کے باعث انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ۳ برس سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے، علاج ومعالجے سے بھی کچھ فرق نہیں پڑا اور آخر اسی بیماری دل کے باعث ہی اس بیمار دنیا سے دارالشفاء یعنی دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ ؎

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا　　　دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

آپ کا جنازہ اور تدفین عمرزئی (چارسدہ) میں ہوئی۔ جس میں علماء، خواص اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آپ کی بزرگی اور کرامت کا یہ چشم دید واقعہ قابل ذکر ہے کہ گرمی کی شدت کے باوجود جنازے کے دن علاقہ میں خوب بارش ہوئی۔ ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں اور بادل بھی سائباں بنے رہے۔ آپکے ایک قریبی عزیز مولانا واسع اللہ حقانی نے ہمیں بتایا کہ دوران مرض ایک دن مجھ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جانا تو برحق ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میرے مرنے سے بھی کسی کو تکلیف نہ ہو۔ شام کے وقت داعی اجل کی آمد ہو اور پھر صبح بارش ہو تاکہ موسم ٹھنڈا رہے اور جنازہ میں لوگوں کو گرمی کا احساس بھی نہ ہو اور جلد سے جلد میری تدفین بھی ہو۔ چنانچہ قدرت نے ایسا ہی انتظام کیا جیسا کہ مولانا مرحومؒ کی خواہش تھی۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان خود کو اللہ کی عبادت اور اس کی رضا کے حصول کے لئے وقف کرے تو منشاء ایزدی بھی اس کے موافق ہوتی ہے۔ دوسرا پہلو اس واقعہ سے یہ بھی نمایاں ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے دربار میں علمائے حق کی کتنی زیادہ قدر ومنزلت ہے۔

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے　　　خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

قدرت نے قاضی صاحب مرحومؒ کا پیکرِ خاکی اور نور وایمان سے لبریز دل اخلاص ومحبت کی خالص مٹی سے تیار کیا تھا۔ اور اس میں دارالعلوم حقانیہ، اس کے بانی حضرت مہتمم صاحب اور دیگر حقانی خاندان کے ساتھ اتنی زیادہ محبت اور چاہت ڈالی تھی کہ اس کی نظیر مشکل سے ملتی ہے۔ اسی طرح آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا قاضی فضل منان مدظلہ اور آپ کے فرزند مولانا قاضی محمد طیب حقانی بھی اخلاص ومحبت کی ایک الگ مثال ہیں۔ الغرض آپ کا پورا گھرانہ اخلاص ووفا کا ایک گلدستہ ہے۔　ع　ازما بجز حکایت مہر ووفا مپرس

آپ موضع عمرزئی ضلع چارسدہ میں ۱۹۲۷ء کو قاضی عبدالخالق کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ ایک علمی گھرانے کے چشم وچراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ۱۹۴۶ء میں دینی علوم کی تحصیل کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ڈیڑھ سال تک وہاں ابتدائی کتب پڑھیں۔ تقسیم ہند کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں مزید نہ پڑھ

سکے۔ پھر دو سال تک دار العلوم حقانیہ سیدو شریف سوات' دار العلوم اسلامیہ رجڑ (چارسدہ) اور جامعہ اشرفیہ لاہور میں پڑھتے رہے۔ بعد میں ۱۹۴۹ء میں دار العلوم حقانیہ میں آپ نے داخلہ لیا اور مسلسل ۵ سال تک یہاں زیر تعلیم رہے۔ ۱۹۵۴ء میں حقانیہ سے دورہ حدیث کیا۔ پھر اسی سال حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحبؒ سے دورہ تفسیر کیا۔ ۱۹۵۶ء میں صاحبزادہ عبدالباری جان صاحبؒ نے دار العلوم تعلیم القرآن عمر زئی کی بنیاد رکھی تو آپ اس کے مدرس اول اور ناظم مقرر ہوئے۔ آپ جمعیت العلمائے اسلام کے سرگرم کارکن اور رہنما بھی رہے۔ اور ہر تحریک اور ہر اہم موڑ پر آپ نے ہراول دستہ کا کردار بھی ادا کیا۔

مرحوم کے بھتیجے مولانا قاضی محمد طیب حقانی نے ان سے سنا ہوا ایک واقعہ بیان کیا کہ ۱۹۴۶ء میں جب آپ دیوبند گئے تو ابتداء میں قاضی صاحب کو داخلہ نہ مل سکا۔ انتہائی غمزدہ حالت میں ایک رات خواب دیکھا کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے ملاقات ہو رہی ہے۔ داخلہ نہ ملنے کی شکایت کی۔ حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ فکر مند نہ ہو تم دورہ مجھ سے ہی پڑھو گے۔ ۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد دیوبند جانا ناممکن تھا۔ اور جامعہ حقانیہ کی تاسیس ہو چکی تھی پھر آپ نے دار العلوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے دورہ حدیث پڑھا ان کے سامنے اس خواب کا ذکر کر دیا تو انہوں نے فرمایا آپ کے خواب کی تعبیر آپ کی منشاء کے مطابق ہے مجھ سے دورہ پڑھ لینا ایسا ہے جیسا حضرت مدنیؒ سے پڑھ لیا ہے' کیونکہ میں بھی ان کا پروردہ شاگرد ہوں۔

ان کے بڑے بھائی حضرت مولانا قاضی فضل منان مدظلہ اور خود حضرت مولانا فضل دیان مرحومؒ ۴۴ء سے ۴۷ء تک دیوبند میں اور پھر ۴۹ء سے ۵۴ء تک کا عرصہ اکوڑہ خٹک میں نہ صرف حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خصوصی تلمذ میں گزرا بلکہ ان کے انتہائی قریبی خدام میں بھی رہے اور بحمد للہ قرابت داروں اور عزیزوں سے بھی یہ مضبوط رشتہ قاضی صاحبان اور حضرت شیخ الحدیث کے خاندان کے درمیان ابھی تک قائم و دائم ہے۔

قاضی صاحب مرحوم حضرت والد صاحب مدظلہ کے بڑے بے تکلف اور مخلص ساتھی تھے اور آپ دونوں کے درمیان بھائیوں جیسا گہرا تعلق تھا۔ میں جو ان کے ہاتھوں میں بڑا ہوا لیکن ''الحق'' کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد اور میرے منتشر اور بے ربط خیالات کو بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے اور میری بہت تشجیع اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ یہ ان کی ذرہ نوازی اور اصاغر پروری کی بھی ایک بڑی دلیل ہے۔ مرحوم کی نماز جنازہ میں حضرت مولانا انوار الحق صاحب نائب مہتمم جامعہ حقانیہ' برادرم مولانا حامد الحق حقانی ممبر قومی اسمبلی' حاجی اظہار الحق صاحب' اور راقم نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ حضرت والد صاحب مدظلہ سفر کے باعث جنازہ میں شرکت نہ کر سکے لیکن بعد میں تعزیت کیلئے عمر زئی تشریف لے گئے۔ ادارہ اور ہمارا خاندان حضرت قاضی صاحب کے خاندان اور پسماندگان کے ساتھ اس موقع پر نہ صرف تعزیت کرتا ہے بلکہ خود بھی تعزیت کا مستحق ہے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

علامہ شاہ بلیغ الدین' کراچی

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو!

(امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن جحش کی ایمان افروز دعائے شہادت)

ہجرت کا دوسرا سال تھا' رجب کا مہینہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن جحش کو یاد فرمایا گیا۔ حضرت امیمہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی! عبداللہ انہی کے صاحبزادے تھے۔ حضرت زینب کے بھائی جو بعد میں ام المومنین بنیں!۔

حضرت عبداللہ دل کے کھرے اور فطرت کے بڑے نیک تھے' حضور اکرمؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وہ ایمان لے آئے۔ اس وقت تک اللہ کے نبی دار ارقم میں بھی منتقل نہیں ہوئے تھے۔ کل مسلمان بارہ چودہ سے زیادہ نہ تھے۔ دونوں بھائی ابواحمد اور عبداللہ اور تینوں بہنیں حضرت زینب' حضرت ام حبیبہ اور حضرت امیمہ۔ اس موقع پر بھائی عبداللہ کی بیوی حضرت رحلہ بھی ساتھ تھیں۔ ان کی کنیت بھی ام حبیبہ تھی۔ یہ حضرت ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں جو بعد میں ام المومنین بنیں۔

جب مسلمانوں نے یثرب کو ہجرت کی تو حضرت عبداللہ بن جحش بھی یہاں آ گئے۔ اس طرح کہ پہلے مکہ پہنچے وہاں سے اپنے قبیلے غنم دودان کو ساتھ لیا اور مدینۃ النبیؐ آ گئے۔ یہ سب کے سب ایمان لا چکے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ہے بنی غنم کا محلہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ اور سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔ حضرت عبداللہ کا اپنے قبیلے پر ایسا اثر تھا کہ ہجرت کا حکم آیا تو ان کا ایک آدمی بھی مکہ میں نہ رہا۔

مدینہ پہنچے تو رسالت پناہ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت کے ساتھ ان کا بھائی چارہ کرا دیا۔ حضرت عاصم نے سارے قبیلے کو اپنا مہمان بنا لیا۔ ابھی نہ روزے فرض ہوئے تھے نہ مسلمانوں کا قبلہ بدلا تھا کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن جحشؓ طلب فرمائے گئے۔ ہجرت کا دوسرا سال اور رجب کا مہینہ تھا اس موقع پر ایک خط ان کے حوالے کیا گیا اور جو کچھ ارشاد ہوا اس کا مطلب ہے..........تم کو ایک مہم پر سردار بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ تمہیں کیا کرنا ہوگا اور کس طرف جانا ہوگا۔ اس کی تفصیل اس خط میں لکھی ہے۔ یہ خط بند ہے۔ دو روز سفر کرنے کے بعد اسے کھول کر پڑھو اور جو ہدایت اس میں لکھی ہے اس پر عمل کرو۔

تنبیہ واشراف میں مسعودی لکھتے ہیں کہ گیارہ آدمیوں کو لے کر ابن جحشؓ چلے۔ بعضوں نے آٹھ آدمی لکھے ہیں۔ حضرت عکاشہ، حضرت عتبہ بن غزوان اور حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ان میں شریک تھے۔ یہ لوگ نخلہ کی طرف چلے عراق کے راستے پر۔ دو روز کے بعد فرمان کھول کر پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ......... مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہاں پہنچ کر قریش کی نقل وحرکت کا پتہ لگایا جائے اور ضروری حالات معلوم کئے جائیں۔

بات دراصل یہ تھی کہ اس زمانے میں افواہیں عام تھیں کہ مشرکین مکہ کسی وقت بھی مدینے پر حملہ کرنے پہنچ جائیں گے۔ مدینے کے یہودی کفار مکہ سے ملے ہوئے تھے۔ منافقین الگ سازشوں کے جال بُن رہے تھے کہ ابن جابر اور ان جیسے مخالفین مدینہ تک آتے، یہاں کی چراگاہوں پر حملہ کرتے، لوگوں کو پریشان کر کے چلے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے خط مدینہ والوں کے نام آتے کہ......... مسلمانوں کو فوراً یثرب سے نکال باہر کرو ورنہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کے ساتھ تمہاری بھی خیر نہیں! غرض یہ کہ سرد جنگ اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ بہت جلد یہ افواہیں سچ نکلیں۔ کوئی مہینہ بھر یا اس سے زیادہ گزرا ہوگا کہ وہ دن آیا جسے قرآن میں یوم الفرقان کہا گیا ہے۔ یہ بدر کی لڑائی کا دن! حق باطل میں فرق کرنے والا دن۔

جب امیرِ لشکر ابن جحش نے فرمان نبوی کھول کر پڑھا تو ابن ہشام لکھتے ہیں کہ انہوں نے صاف کہہ دیا......... لوگو! میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے حرب بحرف تعمیل کروں گا۔ تم لوگوں میں جو شہادت کا آرزومند ہو میرے ساتھ چلے۔ جس کا دل نہیں چاہتا وہ لوٹ جائے۔ کوئی پابندی نہیں۔ کوئی مجبوری نہیں!۔ حضرت سعد بن ابی وقاص چلائے۔ سب سے پہلے میں حاضر ہوں۔ دل وجان سے اس فرمان کی تعمیل کے لئے آمادہ ہوں پھر اور مسلمانوں نے جو ساتھ آئے تھے ابنِ جحشؓ سے کہا کہ......... امیر المومنین !اللہ کا نام لے کر آگے بڑھیئے ہم ہر طرح تیار ہیں۔

مسعودی کا خیال ہے کہ امیر المومنین کی اصطلاح تاریخ اسلام میں سب سے پہلے اسی موقع پر استعمال کی گئی۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو یہ سوال پیدا ہوا کہ انہیں کس طرح مخاطب کیا جائے۔ لوگوں نے کہا......... خلیفۃ الرسول! حضرت عمرؓ نے فرمایا......... یہ تو حضرت ابوبکرؓ کے لئے مناسب تھا۔ میں تو خلیفہ خلیفہ الرسل ہوں! یہ سلسلہ بڑا لمبا ہو جاتا تھا اس لئے حاضرین میں سے کسی نے تجویز کیا کہ امیر المؤمنین کیوں نہ کہا جائے۔ یہ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جو نخلہ کی مہم میں ابنِ جحش کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس لقب کو پسند کیا اور یہ طرزِ تخاطب عام ہو گیا۔

عبداللہ بن جحشؓ اور آپ کے ساتھی مجاہد کھوج لگاتے پھر رہے تھے کہ قریش کا ایک قافلہ عمرو بن حضرمی کی سرکردگی میں ادھر آ نکلا۔ مسلمانوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ عمرو مارا گیا اور اس کے ساتھی گرفتار ہوئے۔ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ عمرو پہلا آدمی ہے جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو خدا نے فکر و نظر کی بہترین صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ آپ نے مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے۔ چار مجاہدوں میں بانٹ دیئے اور ایک حصہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے محفوظ کر دیا۔ اس وقت تک بیت المال قائم ہوا تھا نہ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کوئی احکامات نازل ہوئے تھے۔ صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔ جاہلیت میں طریقہ یہ تھا کہ چوتھائی حصہ سردار کے لئے محفوظ کیا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ مدینہ لوٹے تو انہوں نے مالِ غنیمت میں سے خُمس سرور عالم ﷺ کی خدمت مین پیش کیا۔ غنیمت مسلمانوں کے لے حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ .... اس بارے میں آپ کو احکامِ خداوندی کا انتظار تھا۔ اس لئے اپنے اس خُمس کو جو اسلام میں پہلی فے یا غنیمت تھی قبول نہ فرمایا بلکہ الگ رکھ دیا۔ رجب کا مہینہ بڑا محترم مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ اور قریش اس مہینے میں خونریزی نہ کرتے تھے۔ اب اس مہم میں جو خونریزی ہوئی تو ابن جحشؓ کو بڑا متہم کیا گیا لیکن اس موقع پر سورۂ بقرہ کے ستائیسویں رکوع کی کچھ آیتیں نازل ہوئیں۔ اللہ پاک نے انہیں ہر الزام سے بری کر دیا۔ خُمس کے بارے میں ان کے اجتہاد کو پسند فرمایا۔ امام زہری نے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ یہ اسی مہم کے مجاہدوں کا ذکر ہے کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ واللہ غفور رحیم ۔(سورۃ توبہ)

بے شبہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑا کمزوریوں کو ڈھانکنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

ہجرت کے تیسرے سال دشمن دامنِ اُحد میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے' اُحد مدینے سے تھا ہی کتنی دور! دو تین میل کی تو بات تھی!

شور تھا کہ............ کافر بڑی تیاریوں سے آئے ہیں۔ تین ہزار کی فوج ہے۔ اس میں سات سو زرہ پوش ہیں............ آہن پیکر فولاد شکن! سات سو گھوڑے۔ اور تین ہزار اونٹ ساتھ ہیں۔ ابوسفیان اور عکرمہ تلے بیٹھے ہیں کہ کوئی صورت ہو مسلمانوں سے بدر کا بدلہ چکائیں۔

ادھر مسلمان بھی جہاد کی تیاریوں میں لگے تھے............ جواں قطار در قطار طفل و پیر صف بصف! مگر یہ سب چھوٹے بڑے ملا کر کل کتنے تھے۔ ہزار بھی تو نہیں۔ بچے چھانٹ دیئے گئے اور منافق عین موقع پر بھاگ گئے تو معلوم ہوا اللہ کے سپاہیوں کی تعداد سات سو سے آگے نہیں بڑھتی۔ زرہ پوش مشکل سے سو ہوں گے لیکن گھوڑے کل دو ہی تھے۔ ایک مجاہد اعظم ﷺ کے پاس تھا۔ ایک حضرت ابو بردہؓ کے پاس۔ باقی تمام اللہ کے سپاہی پا پیادہ تھے۔ جو بھی صورت تھی سرفروش جان کی بازی لگانے کے لئے تیار تھے۔

جمعہ کا دن تھا۔ ابھی مدینے کی گلیوں سے اللہ والوں کا قافلہ نکلا نہ تھا' تیاریاں عروج پر تھیں۔ مجاہد ایک دوسرے سے مل رہے تھے۔ ایک دوسرے کو مدد دے رہے تھے کسی کی پرانی تلوار صیقل کی جا رہی تھی۔ کسی کی نیام جوڑی جا رہی تھی کوئی اپنی کمان درست کرتا پیکان جوڑتا تیر بناتا تھا۔ کوئی اپنی برچھی بھالے پر باڑھ رکھ رہا تھا۔ اُسدُ الغابہ میں ہے حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں۔ لڑائی پر نکلنے سے ایک دن پہلے میرے پاس عبداللہ بن جحشؓ آئے .... چالیس سال کی عمر' درمیانہ قد' مضبوط ہاتھ پاؤں کے آدمی تھے۔ چہرے سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ سختیاں برداشت کرنے کے عادی تھے۔ ایک عزم آہنی آنکھوں سے جھانکتا تھا۔ اس وقت ایک ہی موضوع تھا جس پر مسلمان بات کر سکتے تھے۔ یہ دونوں دوست بھی مل بیٹھے تو آنے والی لڑائی ہی کا قصہ چھڑ گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے کہا......... آؤ! اللہ پاک سے دعا مانگیں کہ میدان جنگ میں ہمارا حوصلہ بندھا رہے۔ حضرت سعدؓ نے دعا مانگی......... اے خدا! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ بہادر ہو' پھرتیلا ہو' جوشیلا ہو تاکہ میں تیری راہ میں اسے ماروں! حضرت سعد کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کا بہادر سے بہادر آدمی مقابلے پر آئے اور ان کے ہاتھ سے مارا جائے۔ تاکہ دشمن اس کا حشر دیکھ کر ڈر جائیں۔ حضرت سعدؓ نے اس لڑائی میں بڑے جوہر دکھائے۔ اس لڑائی میں ان کی بے پناہ تیر اندازی کی داد دیتے ہوئے مجاہد اعظم ﷺ نے فرمایا کہ......... سعد! میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تیر پر تیر چلاؤ! یہی حضرت سعدؓ تھے جو بعد میں فاتح سلطنت عجم ہوئے۔

ایک دوست دعا مانگ چکا تو اب دوسرے دوست نے بارگاہ صمدیت میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے......... دعا مانگنے! دل کی مرادیں تھیں کہ سننے والا سن کر چونک جائے۔ گھربار کے آدمی تھے۔ بیوی بچوں کا ساتھ تھا۔ عزیزوں رشتہ داروں کی کمی نہ تھی۔ حضور اکرمؐ کے چہیتے تھے۔ عبداللہ بن جحش نے دعا مانگی تو صحت و سلامتی کی نہیں' جرأت و بہادری کی نہیں' عزم و حوصلے کی نہیں بلکہ اس ہمت کے دھنی اور جرأتوں کے پیکر کو ان میں سے کسی کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نہ کوئی خیال تھا جو مجاہد کو اس وقت ستاتا تھا......... بیوی بچوں کا خیال! عزیزوں رشتہ داروں کا خیال! دنیا کی ہماہمی یا رونق کا خیال!......... نہیں کچھ بھی نہیں! بے نیازِ این و آں' بے نیازِ دو جہاں' مجاہد خدا کو تو کچھ اور ہی لو لگی تھی۔ حضرت ابنِ جحشؓ نے اس موقع پر دعا مانگی کہ......... مولا! کل جب جنگ کی بھٹی سلگ اٹھے اور تیرے سرفروش سرگرم جہاد ہوں تو اے خالقِ اعصار و نگارندہ آفات! میرے مقابل ایک ایسا دشمن بھیج جو بہادروں کا بہادر' جیالوں کا جیالا ہو اور میں اس سے لڑوں......... تیرے رسول کے لئے! تیرے لئے! اور تیری بارگاہ میں حضوری کے لئے! میں تیری راہ میں نکلوں تو پھر لوٹ کر کسی اور راہ پر نہ جاؤں! یہ قدم جب تیری طرف بڑھیں تو پھر کسی اور طرف نہ اٹھیں اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ میں اپنی پوری قوتیں بروئے کار لا کر لڑتا رہوں' لڑتا رہوں تا آنکہ تیری بارگاہ میں پہنچ جاؤں! دشمن اپنا جوش انتقام پورا کر لیں۔ میرے کان کاٹیں' میری ناک کاٹیں' میری آنکھیں نکال لیں اور جب

میں تیری بارگاہ میں پہنچوں اور تو مجھ سے سوال کرے کہ اے عبداللہ! یہ تیرے کان' ناک کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کرسکوں کہ...........ربی! تیری محبت میں تیرے حبیب کی محبت میں!

حضرت سعدؓ کہتے ہیں جب انہوں نے دعا ختم کی تو قسم کھائی ....خدایا! میں تیری قسم کھاتا ہوں تیری ذات پاک کی قسم! کہ کل میدانِ جنگ میں یہی ہوگا! یہی کچھ جس کی میں دعا کر رہا ہوں! ....مجاہد کی آرزو بھی کیا آرزو تھی؟

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

ہفتے کا دن آیا تو سورج کے ساتھ حریفوں کے لشکر بھی طلوع ہوئے۔ خیر وشر باہم گردست ہو گئے۔ باطل حق پر جھپٹ پڑا۔ حق باطل سے لپٹ گیا.......... بپا تھی رزم خیر وشر لگی تھی آگ چواطراف!..........کوئی آج عبداللہ جحشؓ کو دیکھتا دراتے دشمن کی صفوں میں ٹوٹ پڑے! مقابل میں جو جیالا نظر آتا اسے تلوار کی نوک پر دھر لیتے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار نہیں اک برق تھی کہ کوندر ہی تھی۔ ابھی یہاں ابھی وہاں! دشمن کے بڑے بہادر سامنے آنے سے کتراتے اور پیٹھ پھیر دیتے تھے۔ ابن جحشؓ کے تیور ہی کچھ ایسے تھے۔ جسم وجان کی انہیں فکر تھی ہی نہیں!

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ تلوار نے ان کے جوش جہاد کا ساتھ نہ دیا.......... تلوار بھلا کیا کام دیتی؟ مجاہد کا قد خون میں ڈوبی ہوئی تلوار بنا تھا! اسی حال میں تلوار کے ٹکڑے جمع کئے خدمت نبویؐ میں پہنچے۔ تلوار کے ٹکڑوں کو نذر گزارنا۔ حضور اکرمؐ نے کھجور کی ایک چھڑی انہیں مرحمت فرمائی۔ جیسے ناتواں جسم میں جان آ گئی۔ ابن جحش پھر معرکہ گرم میں کود پڑے۔ یہ چھڑی تھی تلوار تو نہیں لیکن مجاہد کے ہاتھ میں یہی چھڑی تیغ دوپیکر کی طرح براں تھی۔

کافروں کے قبیلہ ثقیف کے ابوالحکم بن اخنس نے دیکھا کہ مجاہد غضب ڈھا رہا ہے تو موقع کی تاک میں لگ گیا اور آخر اپنا وار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ کامیاب ہوا تو سینے پر چڑھ دوڑا۔ کان کاٹے' ناک کاٹی' آنکھیں نکالیں۔ ایک ڈوری میں پرو کر آگے بڑھ گیا تا آنکہ فرشتے مجاہد کی روح کو لیے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔

لاشیں دفنائی جا رہی تھیں۔ حضور اکرمؐ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو بھی رکھا گیا۔ ماموں بھانجے ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ دونوں کو مثلہ کیا گیا۔ دونوں نے اس لڑائی میں بینظیر شجاعت کا مظاہرہ دکھلایا تھا۔ مٹی دینے والوں میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ بولے..........اللہ کی قسم! عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی!

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی

دینی مدارس علوم نبوت اور نفاذ شریعت کی ایک تحریک

نحمده ونصلی علی رسوله النبی الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزوجل یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوالعلم درجات صدق الله العظیم

معزز علماء کرام، طلباء عظام اور گرانقدر سامعین! پہلی بار بنگلہ دیش میں حاضری کا موقع ملا، میں نہ تو مقرر ہوں اور نہ واعظ و خطیب صرف خریداران یوسف کی طرح ثواب کے حصول کی نیت سے شامل ہوا ہوں منتظمین اجتماع کا حکم ہوا تو چند جملے کہنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہوں۔ معزز حضرات دارالعلوم ہاٹ ہزاری کی صد سالہ تقریب دستار بندی کے اس عظیم وروح پرور اجتماع کے موقع پر اولیاء اللہ علماء طلباء اور دینی جذبہ و درد رکھنے والے مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں، صرف یہی نہیں بلکہ کل عصر سے عشاء تک ہاٹ ہزاری کے قرب وجوار میں صرف چار مدارس دینیہ کی زیارت کا جب موقع ملا۔ اور وہاں ان مدارس کی ظاہری اور معنوی ترقی دیکھ لی تو یقین کامل ہوا کہ امریکہ اور مغربی استعماری قوتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کے بیخ کنی کی لاکھ کوشش کریں انشاء اللہ جب تک دین کی یہ چھاؤنیاں موجود ہیں لادینی قوتوں کی آرزوئیں خاک میں ملتی رہیں گی اور مذہب اسلام مزید پھلتا پھولتا رہے گا۔

سامعین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ آج مغرب اور اسلام دشمن طاقتیں ان مدارس دینیہ سے جس قدر خائف ہیں اور اسے جتنا اپنا دشمن نمبرون سمجھ رہی ہیں اتنا خطرہ ان کو کسی تحریک اور قوت سے نہیں، ان کو معلوم ہے کہ ان کی لادینی یلغار اور استعماری عزائم کے تکمیل کی راہ میں یہی بوریا نشین اور قال اللہ تعالیٰ وقال الرسول پڑھنے والے حائل ہیں۔ اسی دین دشمنی کی بناء پر وہ ان اداروں کو بدنام اور ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر ان کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ آپ اور ہم سب کی مادر علمی اور چشمہ فیض دارالعلوم دیوبند جس کی ابتداء ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ہوئی۔ ایک ناتواں وضعیف پودے کی حیثیت سے ابھر کر ایک بڑے سایہ دار اور پھلدار درخت کی طرح اس کے انوار و برکات نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ پورے خطہ ارضی پر پھیل گئے۔ سیاسی میدان میں بھی دشمن کو شکست دے کر برصغیر کو ان کے ناپاک قدموں سے پاک کردیا۔ روحانی محاذ پر بڑے بڑے مصلح پیدا کیے۔ ایسے مدبر، محقق، مدرس، مصنف اور مجاہد پیدا فرمائے کہ دنیا ان کو دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ غرض زندگی کا کوئی ایسا

شعبہ نہ رہا جس میں دیوبند کے روحانی فرزندوں نے اپنے قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا نہ منوایا ہو۔

آپ اور ہم آج جس مقام میں جمع ہیں لاکھوں فرزندان توحید کا یہ اجتماع ہو رہا ہے بنگلہ دیش کا یہ عظیم مدرسہ معین الاسلام جو قائم و دائم ہے۔ ۹۵ سال سے ہزاروں فیض یافتگان اس سے فارغ ہو کر اطراف عالم میں دین کی شعاعیں پھیلا رہے ہیں یہ اسی دارالعلوم دیوبند کا بالواسطہ فیض ہے صرف یہی نہیں بلکہ دیوبند کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روحانی ابناء نے اپنے مرکز علمی سے فیض یافتہ ہو کر اشاعت دین کے لئے بڑے بڑے مراکز نہ صرف بنگلہ دیش' انڈیا اور پاکستان میں قائم کئے بلکہ امریکہ' افریقہ اور کمیونسٹ ممالک کے اہم ترین مقامات میں اپنے مورچے قائم کر دیئے ہیں' آج جس نسبت سے بندہ حقیر آپ کے سامنے مخاطب ہے وہ دارالعلوم دیوبند کے ایک علمی و روحانی فرزند شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ سے نسبی رشتہ ہے کہ وہ میرے والد گرامی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کیا شیخ الاسلام و امام المحدثین حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے علوم و فیوض کے وارث اور تلمیذ خاص رہے۔ روحانی فیض بھی ان سے حاصل کیا ہے۔ آپ میں سے بے شمار اکابر علماء ان کے نام سے شناسا ہیں۔ دیوبند سے فراغت کے بعد کئی سال اپنے پیر و مرشد حضرت مدنیؒ کے حکم پر تدریس کا فریضہ بھی اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند ہی میں سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پر اتفاقاً چھٹیاں ہونے کی وجہ سے گھر اکوڑہ خٹک آکر واپس ہندوستان نہ جا سکے' اپنے مرشد و مہربان حضرت مدنیؒ کے مشورہ پر اکوڑہ خٹک میں ایک دینی ادارہ کی داغ بیل دارالعلوم حقانیہ کے نام سے ڈال دی۔ یہ درحقیقت دارالعلوم دیوبند ہی کا لگایا ہوا چھوٹا سا پودا تھا جو کہ بحمد للہ بڑھ کر تناتاور ہو چکا ہے کہ اب تک دس پندرہ ہزار فضلاء دنیا کے گوشے گوشے میں اصلاح امت اور باطل کی سرکوبی میں شبانہ روز مصروف عمل ہیں آپ دینی جذبہ و درد رکھنے والے مسلمان ہیں جہاد افغانستان کی تفصیلات سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ افغانستان کے غیور اور بہادر علماء مسلمانوں نے دنیا کی اصطلاح میں سپر طاقت کہلوانے والے روس کو پاش پاش کر دیا' اس خالص دینی جذبہ سے سرشار عظیم جہاد کے مجاہدین کے جرنیل و کمانڈروں میں اکثر و بیشتر دارالعلوم دیوبند کے علمی و روحانی شاخ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء و تربیت یافتہ علماء کی تھی' یہی وجہ تھی کہ اسوقت کے سویت یونین نے جن اداروں' تنظیموں اور ملکوں کو اپنے دشمنوں کی فہرست میں شمار کر کے ان سے انتقام لینے کی ٹھانی لی تھی۔ ان میں دارالعلوم حقانیہ کے گرد بھی سرخ نشان Redline خصوصی طور پر کھینچ دی کہ مسلمانوں کی اس یلغار کی تربیت گاہوں میں یہ ادارہ سرفہرست ہے' بہرحال تقدیر الٰہی کے سامنے انسانی تدابیر کی کیا حیثیت ہے اللہ جل جلالہ نے شاہ ولی اللہ کے قافلہ حریت کے ان بظاہر بے یار و مددگار فقراء و مساکین طلباء و علماء کی لاج رکھ کر فتح سے ہمکنار فرمایا۔

آج پاکستان میں قائم دارالعلوم حقانیہ' جامعہ اشرفیہ لاہور' دارالعلوم کراچی جامعۃ العلوم علامہ بنوری ٹاؤن کراچی جیسے بڑے بڑے دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کے اکابرین اور بزرگوں کے مشن کو بلند کر کے الحاد اور زندقہ

کے تحریکوں کے سامنے سد سکندری کا کام دے رہے ہیں۔

قابل صد احترام علمائے کرام آج آپ کو بزرگوں کے ہاتھوں جو دستار فضیلت پہنائی جا رہی ہے یہ آپ پر اللہ کا عظیم احسان ہے ارشادِ باری کا مفہوم ہے کہ جن لوگوں کو علوم قرآنیہ و نبویہ کا حامل و مبلغ بنا کر اشاعت دین کے لئے منتخب کیا جائے ذات باری تعالیٰ ان حاملین علوم نبوت کے اخروی و دنیوی درجات کو بلند فرماتے ہیں' کتنا بڑا اعزاز ہے اس کی وجہ خود سید الکونین صلعم نے ارشاد فرمادیا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء اس مادہ پرستی اور جاہ طلبی کے دور میں کوئی مال و زر جمع کر کے قارون و ہامان کا ولدث بننا چاہتا ہے اور بعض سادہ لوح اور آخرت سے غافل لوگ بڑے سے بڑے دنیوی منصب و اقتدار کے خواہشمند بن کر فرعون وکلنٹن اور یلسن کے جانشین بننا چاہتے ہیں۔ جن کی نہ دنیا میں اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت اور نہ آخرت میں فوز و فلاح۔ بلکہ دنیا کی چند روزہ فانی اقتدار کے زوال سے یہاں بھی ذلت اور مرنے کے بعد بھی رسوائی اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اور آپ وارث نبی بن کر دنیا میں بھی اعزاز و اکرام کے مستحق قرار پائے اور آخرت بھی اپنی سنوار دی۔ ایک سچے اور حقیقی طالب و عالم کے لئے سمندروں کی تہہ میں جانور اور فضا میں اڑنے والے پرند بھی دعوات خیر دیتے ہیں' اور دستار پہنانے کی جو پروقار تقریب آج ہو رہی ہے صرف اسی پر اکتفا نہ ہوگا بلکہ اس سے بڑھ کر عظیم اعزاز و اکرام کا معاملہ روز محشر میں ہوگا کہ اولین و آخرین کی موجودگی میں ایسے تاج و خلعت فاخرہ سے نوازا جائے گا کہ جس کے ایک ایک موتی کی چمک دمک کے سامنے سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے گی' اس اتنے بڑے اعزاز کی صرف یہی وجہ ہے کہ عالم و فاضل نے اپنی زندگی اور وسائل حضورؐ کے وارث بننے کے لئے وقف کر دیئے اس مقصد کے حصول کے لئے اس راہ میں حائل تمام نفسانی خواہشات اور شیطانی ترغیبات کو مسترد کر کے ہر قسم کے مصائب کا بے جگری سے مقابلہ کیا قربان جایئے اس غیور ذات سے جس نے اس کے بدلے اپنے محبوب صلعم کی میراث حاصل کرنے والوں کو دونوں جہانوں میں سر بلندی اور اکرام سے نوازا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

بنگلہ دیش اور دار العلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری کے معزز طلبائے کرام حضور اکرم ﷺ کی میراث یہی ہے جو آپ لوگ یہاں بے سرو سامانی کی حالت میں بیٹھ کر حاصل کر رہے ہیں' اللہ کے ہاں یوں آپ کا خاص مقام ہے کیونکہ آپ ذات باری تعالیٰ کے محبوب اور آخری نبی کی وراثت کے طلبگار ہیں' ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ کے بازار میں جا کر لوگوں کو آوازیں دینے لگے کہ آپ لوگ یہاں خرید و فروخت میں منہمک ہیں اور مسجد نبوی میں حضورؐ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے' جس سے آپ محروم رہ جائیں گے' عاشقان رسول یہ سن کر مسجد کی طرف دوڑے۔ ہر کوئی دل و جان سے حضورؐ کا فدائی اور عاشق تھا ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ کی میراث کا چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑا بطور تبرک مل جائے' مسجد میں پہنچ کر دیکھا کہ صحابہ یعنی طلباء قال اللہ اور قال الرسول کا ورد کر رہے ہیں۔ جس چیز کو وہ میراث سمجھ کر مسجد میں آئے نہ

پا کر واپس جانے لگے راستے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے آمنا سامنا ہوا۔لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے کہنے پر کہ مسجد میں حضورؐ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے کاروبار چھوڑ کر چلے مگر وہاں تو درس و تدریس کا سلسلہ تھا' میراث تو نظر نہ آئی آپ نے فرمایاان الانبیاء لم یورثوا دینار او لادرهما انبیاء کی چھوڑی ہوئی میراث روپے ٹکے پیسے نہیں ہوتے بلکہ انکی میراث علوم الٰہیہ ہوتے ہیں جن کے وارث وہ لوگ ہیں جو حصول کے لئے ہر قسم کے دنیاوی مشاغل ترک کر کے خالصۃ لوجہ اللہ اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

علماء وطلباء کا وجود صرف ان کے ذات کے لئے نفع کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی وجہ سے پورا علاقہ اور خطہ پر اللہ کے رحمتوں کا درود و نزول ہوتا ہے۔پورے عالم کی آبادی و بربادی کا دارومدار بھی انہی کے وجود سے ہے۔آپ کا ارشاد ہے موت العالم موت العالم' انسان کا مقصد تخلیق ہی اللہ کی معرفت اور احکامات کی بجا آوری ہے۔اسی مقصد کا بتلانے الا وارث بنی عالم جب نہ رہا تو سوائے گمراہی' قتل وقتال اور فسق وفجور کے کچھ نہیں رہے گا۔روئے زمین پر ہر طرف برائی ہی برائی' اشرار الناس کا راج ہوگا اور قیامت انہی لوگوں پر قائم ہوگی' امام بخاریؒ نے درس و تدریس کا سلسلہ قائم رکھنے پر زور دینے کے لئے مستقل باب باندھ کر تلقین کی کہ اگر بقائے عالم کے لئے خواہاں ہو تو علوم نبوی کی ترویج کے مدارس ومحافل کو قائم رکھو ورنہ یہ سلسلہ منقطع ہونے پر سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔فتنوں وعلامات قیامت کے ضمن میں حضورؐ کا یہ ارشاد کہ ویرفع العلم بھی ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔علماء دو توجیہات میں سے ایک یہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت سے پہلے علم اٹھ جائے گا علم دین کے حصول کا شوق ختم ہو کر علم کی وقعت لوگوں کے قلوب سے ختم ہو جائے گی اور دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی کہ علماء دنیا سے اٹھ جائیں گے اور وارثین انبیاء اور حاملین علوم نبوت کا اٹھ جانا اس پوری کائنات کے فنا کا سبب بن جائے گا۔بنگلہ دیش کے دین کے نام پر مر مٹنے والے مسلمانو! اگر بقائے عالم چاہتے ہو تو نہ صرف ان دینی مدارس کی سرپرستی اور تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو بلکہ اپنے بچوں اور زیر کفالت افراد کو بھی ان اداروں میں تربیت اور علوم نبویہ کے حصول کے لئے وقف کر دو۔دینی مدارس کی سرپرستی اور تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو بلکہ اپنے بچوں اور زیر کفالت افراد کو بھی ان اداروں میں تربیت اور علوم نبویہ کے حصول کے لئے وقف کر دو۔

امریکہ اور لادینی قوتوں کے اسلام کے خلاف ناپاک عزائم سے آپ سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے بنگلہ دیش کے اسلام کے جذبہ سے سرشار مسلمانوں نے لادینی قوتوں کا جس بے جگری سے ہر موقع پر مقابلہ کیا وہ مسلمانوں کی تاریخ کے ایک سنہرے باب کی حیثیت سے قائم ودائم رہے گا' سوویت یونین خاتمہ کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادی اسلام کو اپنا دشمن نمبرون سمجھ کر اس کو نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کے لئے اپنے تمام لاؤ ولشکر سمیت میدان میں اتر چکے ہیں مسلمانوں پر بنیاد پرستی کا لیبل لگا کر انہی کو دنیا میں تمام برائیوں کی جڑ قرار دے رہے ہیں۔

آج امریکہ اور اس کے نمک خواروں کو کسی تحریک' مذہب اور کیمیاوی بم سے اتنا خوف نہیں جتنا اسلام کے

متوالوں اور دار العلوم ہاٹ ہزاری جیسے اداروں سے تربیت حاصل کرنے والے للہی اور گویا امام مہدی کی فوج سے ہے' ان دینی مدارس سے فارغ ہونے والے ایک ایک فاضل کو امریکہ اپنے لئے ایٹم بم سے زیادہ نقصان دہ سمجھتا ہے۔اسے یقین ہے کہ اس کے سامراجی عزائم کے تکمیل کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی دینی مدارس کے بوریہ نشین علماء ہیں جن کو نہ جھکایا جاسکتا ہے اور نہ خریدا جاسکتا ہے۔

اسلئے ان اداروں اور فارغ ہونے والوں پر دہشت گردی جیسے الزامات لگا کر ان کے مقدس مشن کو غلط انداز میں پیش کررہا ہے۔ پوری دنیا میں انشاء اللہ اسلام کے احیاء کا دور آرہا ہے۔ آپ نے اپنی تحریک کو پھیلانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے ان تمام بے بنیاد الزامات سے بے نیاز ہو کر قائدانہ کردار ادا کرنا ہے' اور دنیا پر یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام لُوٹ مار' قتل وغارت گردی اور دہشت خوف کا مذہب نہیں بلکہ صلح اور امن کا داعی وعلمبردار مذہب ہے ۔میں اس پاکستان کی عظیم دینی ادارہ جامعہ حقانیہ اور اپنے ملک کے علماء ومسلمانوں کی طرف سے دار العلوم معین الاسلام کے اٹھارہ ہزار فضلاء کو دستار فضیلت عطا ہونے پر مبارکباد پیش کرکے اس ادارہ کے مہتمم صاحب اور تمام منتظمین کو اس عظیم دینی اجتماع کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ اس گلشن علوم نبویہ کو مزید ترقیات سے ہمکنار فرمادیں۔

موتمر المصنفین کی نئی پیشکش

خطبات حق

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

اصلاحی، علمی ودعوتی اور تعلیمی خطبات وتقاریر کے نہایت عالمانہ مجموعہ علم و عمل، عروج زوال دین اور شریعت کے ہر پہلو پر حاوی ارشادات

مرتبہ : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

صفحات ۴۵۰ قیمت :۔/۱۵۰

پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی
تاریخ اسلام کے آئینہ میں

حضرت عمر فاروقؓ نے تاریخ اسلام میں عظمت وفکر ونظر اور عملی زندگی کے بلند مینارے قائم کر دیئے ہیں۔ ان کا اسلام لانا اسلام میں ایک انقلاب پیدا کرتا ہے' وہ صاف کہہ دیتے ہیں اور اعلان کر دیتے ہیں کہ اب اسلام کو چھپانے اور کمزور سمجھنے کا وقت چلا گیا ہے' اب ضرورت ہے کہ اسلام کی قوت کا مظاہرہ برسرعام کیا جائے اور کفار مکہ کو بتا دیا جائے کہ اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ مسلمان کعبہ میں آکر باجماعت پڑھنے پر قادر ہیں' چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اصرار پر آنحضرت ﷺ بھی راضی ہو گئے اور مسلمان دو صفوں میں بٹ گئے' ایک صف کی قیادت حضرت حمزہؓ کر رہے تھے اور دوسرے صف کی قیادت حضرت عمرؓ کر رہے تھے' یہ دونوں اسلام کے شیر تھے اور قریش کے عظیم طاقتور اور شیر دل لوگوں میں ان کا شمار تھا' ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو طاقت محسوس ہوئی' قریش کے معاشرہ میں دو عظیم بہادروں کا اسلام میں داخل ہونا ایک انقلاب تھا' حضرت عمرؓ نے صاف اعلان کر دیا کہ جس کو مزاحمت کرنی ہو وہ نکل آئے اور دو دو ہاتھ کر لے مگر سارا مکہ خاموش رہا' کفار اپنی آنکھوں سے اسلام کی طاقت کا مظاہرہ دیکھتے رہے اور اپنی آنکھوں سے نماز کا پُرتاثیر منظر دیکھتے رہے' مسلمان دو صفوں میں کعبہ پہونچے' قریش کے سرداروں کے سامنے کعبہ کے صحن میں نماز ادا کی' آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی' حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شجاعت کے آگے کسی کی ایک نہ چلی' وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ اسلام کو چھپایا جائے اور نماز چھپ کر پڑھی جائے' اب تک مسلمان نماز چھپ کر پڑھتے تھے اور حضور ﷺ نے اسی غرض سے حضرت ارقمؓ کا مکان دارالاسلام بنا دیا تھا' سارے مسلمان وہاں جمع ہوتے' حضور ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرتے' قرآن پڑھتے دین کو سیکھتے اور مکان کا دروازہ اندر سے بند ہوتا' اب جب کہ حضرت عمرؓ ایمان لے آئے تو ان کی جرأت ایمانی میں پہلی بار سارے مسلمانوں کو جمع کر کے برسرعام کعبہ کے اندر قریش کی موجودگی میں نماز ادا کی اور ایمان کا اعلان کر دیا۔ یہ جرأت ایمانی ان کی پوری زندگی میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کی تو چالیس آدمیوں کو ساتھ لیا اور اعلان کر دیا کہ جس کو اپنے بچوں کو یتیم بنانا ہو اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو آکر وہ میرا مقابلہ کرے' کسی کو جرأت نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ نے پوری شان سے اپنا سامان

لے کر ہجرت کی اور کفار دم بخود رہ گئے۔

ایک مسلمان اور ایک یہودی کا مدینہ میں جھگڑا ہوا' یہودی اپنا قضیہ آنحضرتؐ کے پاس لایا آنحضرت ﷺ نے یہودی کے حمایت میں فیصلہ کردیا' مسلمان اس پر راضی نہ ہوا اور وہ اپنا قضیہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس مسلمان سے کیا واقعی حضورؐ نے اس پر فیصلہ کردیا ہے؟ مسلمان نے کہا کہ ہاں' حضرت عمرؓ نے فرمایا تو پھر ذرا انتظار کرو میں آتا ہوں' حضرت عمرؓ گھر کے اندر گئے اپنی تلوار لائے اور اس مسلمان سے فرمایا کہ تو حضورؐ کے فیصلے سے راضی نہیں ہے اور میرا فیصلہ چاہتا ہے' میرا فیصلہ یہی تلوار ہے' حضرت عمرؓ نے اس کی گردن قلم کردی۔ ان کی جرأت ایمانی یہ برداشت نہ کرسکی کہ حضور ﷺ کے فیصلے پر کوئی دوسرا فیصلہ کرے' یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی نے مجبور کیا کہ وہ اس مسلمان کا سر قلم کردیں۔

حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی کے عظیم واقعات سے تاریخ اسلامی کے واقعات روشن ہیں' مختلف مواقع پر وہ شدت ایمان اور یقین محکم کا پیام دیتے ہیں' وہ دبنا نہیں جانتے' وہ کھل کر سامنے آتے ہیں اور ایمان کی طاقت سے اپنے مافی الضمیر کا اعلان کردیتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ بنی مصطلق میں دو آدمیوں کے درمیان پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا' جہنی نے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا مدد کے لئے' اس پر عبداللہ بن سلول منافق جو اپنی دادی کے نام سے ابن سلول کہلاتا ہے وہ اس موقع پر موجود تھا اور منافقوں کا سردار تھا۔ اس نے انصار کی طرف دیکھا اور بولا یہ تم لوگوں کی حرکت ہے' تم ان مسلمانوں کو مکہ سے لے آئے ان کو اپنا مال سپرد کردیا اور ان پر خرچ کرتے ہو' اگر تم ہاتھ روک لو تو یہ سب بھاگ جائیں گے اور کہیں اور جا بسیں گے' اب میں دیکھتا ہوں کہ مدینہ میں واپسی کے بعد عزت والے ذلت والوں کو اس سے نکال دیں گے' اس موقع پر ایک نوجوان ارقم موجود تھا جو انصاری تھا اس نے سارا واقعہ جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں من وعن پیش کردیا' عبداللہ بن سلول منافق کو معلوم ہوا تو وہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے' حالانکہ اس نے کہا تھا کہ کچھ ہی دیر بعد آسمان سے وحی نازل ہوئی اور پوری سورہ منافقین اتری جو تا قیامت اس واقعہ کا دستاویزی ثبوت ہے' اب حضور ﷺ نے سوچا کہ کیا کریں۔ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی جوش میں آگئی' ان کا خون کھول گیا' اور فرمایا کہ یارسول اللہ حکم دیجئے میں اس کا سر بھی قلم کئے دیتا ہوں' حضور ﷺ نے کہا کہ نہیں عمر۔ لوگ کیا کہیں گے۔ وہ اپنی مجلسوں میں باتیں کریں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں' یہ معاملہ اسلام کی تاریخ میں نہایت نازک تھا' اگر حضور ﷺ ابن سلول کو قتل کرادیتے تو اسلام کی خیریت نہیں تھی اس لئے کہ خزرج کے قبائلی جذبات بھڑک اٹھتے اور قبائل میں عصبیت ایسی زبردست طاقت تھی جس کا مقابلہ صرف اسلام کرسکتا تھا اور اس نے کیا۔

عبداللہ بن سلول یثرب کا بادشاہ مان لیا گیا تھا' اس کے تاج کے لئے موتی خرید لئے گئے تھے کہ اسی درمیان حضورﷺ مدینے پہونچ گئے' ابن سلول سمجھتا تھا کہ حضورﷺ نے اس کی بادشاہت چھین لی' اس بنا پر بڑے بڑے انصار حضورؐ سے کہتے تھے یا رسول اللہﷺ اس شخص کے ساتھ محبت اور مہربانی برتیئے اور حضورﷺ نے بھی تادم آخر اس کے ساتھ مہربانی برتی جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

عبداللہ بن سلول کو معلوم ہوا کہ حضورﷺ ابن سلول کو قتل کرنا چاہتے ہیں' باپ بیٹے دونوں کا نام عبداللہ تھا' بیٹے عبداللہ نے حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ ابن سلول کو قتل کرانا چاہتے ہیں آپ مجھے حکم دیجئے میں ان کا سر اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں' خوب یاد رہے کہ یہ بیٹا نہایت مخلص مسلمان تھا لیکن اس کا باپ سب سے بڑا منافق تھا اور اس کی بیٹی جمیلہ بھی نہایت مخلص مسلمان تھی اور اسکا داماد تو نہایت مخلص مسلمان تھا اور تاریخ میں ان کا نام حنظلہ غسیل ملائکہ تھا' حضرت عبداللہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! میں اپنے باپ کا نہایت فرماں بردار بیٹا ہوں میں برداشت نہیں کر سکا کہ کوئی شخص میرے باپ کو قتل کر کے مدینے میں چلتا پھرتا رہے' میں اس کو قتل کر دوں گا' لہٰذا آپ مجھے حکم دیجئے میں اپنے باپ کا سر اتار کر خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔
حضورﷺ نے فرمایا کہ نہیں جب تک عبداللہ بن سلول میرے ساتھ ہیں' میں ان کی عزت کروں گا اور حضورﷺ نے ایسا ہی کیا' جب ابن سلول پر موت کا حملہ ہوا تو حضورﷺ سے آپ کا پیرہن مانگا کفن کے لئے' حضورﷺ نے اپنی چادر دے دی' ابن سلول نے چادر واپس کر دی اور بولا حضورﷺ مجھے وہ جبہ عنایت فرمائیں جو آپ کے جسم کو چھوتا ہے' حضورﷺ نے اپنا جبہ عنایت فرما دیا' اسی میں اس کی تکفین کی گئی۔

کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس دن ایک ہزار منافق ایمان لے آئے اور دل سے اسلام قبول کر لیا' جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا سردار آنحضرتﷺ پر اتنا یقین رکھتا ہے کہ آپ کے جسم کو چھونے والا جبہ طلب کرتا ہے برکت کے لئے۔

اب عبداللہ بن سلول کا جنازہ لایا گیا اور حضورﷺ کھڑے ہوئے نماز پڑھانے۔ حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی پھر جوش میں آئی اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! اس شخص نے فلاں موقع پر یہ کیا' فلاں موقع پر اسلام کے خلاف یہ یہ کام کئے' جنگ احد میں ۳۰۰ منافقوں کے ساتھ الگ ہو گیا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ حضرت عمرؓ کی اس جرأت ایمانی کا یہ عالم ہوا کہ آپ نے حضورﷺ کو پکڑ لیا تا کہ آپ اس کی نماز نہ پڑھائیں' مگر حضورﷺ نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھاؤں گا چنانچہ آنحضرتﷺ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد دعا مانگی اور اسکی مغفرت کی دعا فرمائی۔ مگر اس کے معا بعد آیت حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل ہوئی کہ اے رسول اب کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھئے۔

آیت درج ذیل ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (سورۃ توبہ ۸۴)

''اور اے نبی منافقوں میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز کبھی نہ پڑھیئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کیجئے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اس حال میں مرے ہیں کہ فاسق و نافرمان تھے''

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو حذیفہ کو تمام منافقین کے نام بتادیئے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ اس شخص کی نماز جنازہ میں شرکت نہ فرماتے جس میں حضرت ابو حذیفہؓ شریک نہ ہوتے۔

حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی اور شدت تقویٰ کی گواہی خود آنحضرت ﷺ نے دی ہے' واقعہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس عورتیں جمع تھیں اور آپ سے اپنی باتیں معلوم کر رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آ گئے' سب عورتیں ڈر کے مارے ادھر ادھر چھپ گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عمرؓ جدھر جاتے ہیں شیطان اس راستہ کو چھوڑ کر بھاگ لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عورتو! تم کیسی ہو کہ اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتی اور مجھ سے ڈرتی ہو۔

حضرت عمرؓ جرأت ایمانی کا اصل موقع صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا۔ ایک طرف حکم اللہ کا اور حکم رسول ﷺ کا دوسری طرف آزمائش حضرت عمرؓ کی جرأت و غیرت ایمانی کی۔ بھلا حضرت عمرؓ دب کر صلح کرنا والے کب تھے؟ مگر چونکہ جب اللہ کے رسول کا حکم ہو گیا تو حکم کو مان لیا مگر غیرت خاموش نہ رہ سکی جا کر خود شمع نبوت کے سامنے حاضر ہوئے اور بولے کہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ فرمایا کیا یہ قریش والے کفار نہیں' فرمایا کہ ہاں یہ سب کفار ہیں فرمایا کہ پھر ہم دب کر کیوں صلح کریں اور ہم کیوں ضعف دکھائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ دب کر صلح نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی فتح ہے' حضرت عمرؓ کی جرأت و غیرت بڑھتی رہی وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہونچے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں جو حضور ﷺ سے فرمائی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا فیصلہ ہی ٹھیک ہے۔ بہر حال یہ حضرت عمرؓ کی انتہائی غیرت ایمانی تھی جس پر وہ صبر نہیں کر سکے' محسوس تو مسلمان بھی کر رہے تھے کہ فیصلہ دب کر ہوا ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو کر مدینہ آجائے تو وہ واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی شخص مرتد بن کر مکہ جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔ اسی پر عمل ہوا' سارے صحابہ پریشان تھے حتیٰ کہ حضورؐ نے حکم دیا کہ مسلمان سر منڈائیں اور قربانی کریں لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تو حضور ﷺ کو بڑا دکھ ہوا آپ ﷺ نے جا کر حضرت ام سلمیٰؓ سے شکایت کی' حضرت ام سلمیٰؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! مسلمان اس وقت پریشان ہیں آپ باہر نکلئے خود سر منڈایئے اور قربانی کیجئے'

سب آپ کی اتباع کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ام المؤمنینؓ کا مشورہ صحیح ثابت ہوا۔

اس پس منظر میں حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی کو آزمائش سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد سورۃ الفتح نازل ہوئی اور اس صلح کو اللہ نے ''فتح مبین'' قرار دیا اور تاریخ نے ثابت کردیا کہ یہ فتح دب کر نہیں ہوئی بلکہ اسلام کی فتح تھی۔ حضرت ابو جندل نے اپنا گروہ بنا کر مکہ والوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کردیا جس کے باعث خود مکہ والوں نے درخواست کی کہ اس شرط کو ساقط کردیا جائے۔ چنانچہ اس شرط کو ساقط کردیا گیا' اس وقت ان تمام لوگوں نے سمجھ لیا کہ آنحضرت ﷺ نے کتنی بڑی دانشمندی کی اس شرط کو قبول کر کے اس کے ذریعہ مکہ والے خوش ہوگئے کہ انہوں نے پالا مار لیا مگر وہ بھول گئے کہ مسلمانوں سے حالت امن میں ملنے جلنے سے اسلام کی خوبیاں پھیل جائیں گی اور وہی ہوا۔ چند برس میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل گیا۔ یہ فیض تھا صلح حدیبیہ کا۔

حضرت عمرؓ کی شدت احساس ایمانی اور غیرت ایمانی نے جو کچھ رد عمل کیا اس کا افسوس ان کو تاحیات رہا' وہ صدقہ کرتے' توبہ کرتے' غلام آزاد کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان سخت الفاظ کو معاف کردے جو صلح حدیبیہ کے بارے میں انہوں نے حضور ﷺ سے کہے مگر ان کی نیت خالص تھی سارے صحابہ کا احساس بھی یہی تھا' صرف حضرت عمرؓ نے اظہار کردیا تھا باقی لوگ اپنے احساس کو دبائے رہے حضرت عمرؓ اپنی اعلیٰ اسلامی حس اور شدت ایمانی کے باعث اپنے ضمیر کو دبانے پر قابو نہ پاسکے' مگر حضور ﷺ نے بھی برا نہ مانا۔ ایک طرف محبت کی نظر دوسری طرف شدت ایمان وایقان اور شدت اطاعت وفرمانبرداری ۔ حضرت عمرؓ نے ایک لفظ بھی گستاخی اور گرمی کا نہیں منہ سے نکالا صرف اتنا فرمایا کہ جب آپ رسول برحق ہیں تو ہم دب کر صلح کیوں کریں؟ مگر جب حضور ﷺ نے اس صلح کو فتح قرار دیا' اور خود قرآن میں سورۂ فتح اللہ نے نازل کردی تو حضرت عمرؓ نے توبہ کی اور صدقہ وخیرات اور بہت کچھ راہ خدا میں خرچ کیا' یہ سب ان کے اندر زبردست ایمانی طاقت کا غماز ہے' دین پر شدت اور غیرت کا احساس تو ان کو بھی تھا جب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ عمرؓ تم قریش کے پاس جا کر میرا پیغام پہونچاؤ تو انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ حضرت عثمانؓ کو بھیج دیں تو وہ یہ سفارت عمدہ کرسکیں گے اس لئے کہ ان کا قبیلہ طاقتور ہے چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو روانہ کردیا اور وہ اپنی سفارت میں کامیاب رہے بیعت رضوان اس سفارت کا نتیجہ ہے' الغرض حضرت عمرؓ کی شدت ایمانی محمود تھی اور وہ حضور ﷺ کے حکم کے تابع تھی۔

ع نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جناب عبدالمجیب
سابق مشیر حکومت سعودی عرب

قرآن وسنت میں ''ربا'' (سود) کی حقیقت

۱۔ مسئلہ ربا (سود) پر فنی نکتہ سنجیوں اور فقہی باریکیوں میں الجھنے کی بجائے سب سے پہلے تو قرآن مجید کے احکام پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جو چار سورتوں میں موجود ہیں۔ یعنی سورۂ بقرہ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۸۱ ' سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۰ ' سورۂ نسأ کی آیت ۱۶۱ اور سورۂ روم کی آیات ۳۹/۴۰۔ پھر ان ارشادات قرآنی پر عمل تسلسل یعنی ''سنت متواتر'' پیش نظر رکھنا چاہیے جو اجماعی طور پر رسول اکرمؐ سے شروع ہو کر تا حال جاری ہے۔ مثلاً قرآن میں زکوٰۃ کا حکم تو ہے مگر نصاب زکوٰۃ اور تناسب زکوٰۃ ''سنتِ متواتر'' کے ذریعہ متعین ہوئے ہیں اور تا قیامت وہی متعین رہیں گے۔ ٹھیک اسی طرح ''سنت متواتر'' کے ذریعے ربا کے متعلق اجماعی نظریہ اور عملی رویہ دونوں ہی روزِ اول تا حال بالکل واضح ہیں۔ اس نکتے کا وضاحتی احوال آگے آرہا ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں سب سے بڑی اور لمبی فرد جرم (Charge Sheet) یہود کے خلاف ہے اور اس میں بڑا جرم ربا بھی ثبت ہے (نسأ۔ آیت ۱۶۱) پچھلے پانچ ہزار سالہ معلوم تاریخ (Recorded History) میں یہود ہی نظام ربا کے موجد اور مربی رہے ہیں اور آج بھی وہی یہود دنیا میں نظام ربا کے سرخیل و سرپرست ہیں۔ ربا کے اسی تاریخی تسلسل کے پیچھے یہود کا اصل ہدف یہ رہا ہے کہ دنیا کی پوری معیشت پر قبضہ کر کے پوری دنیا کا سیاسی اقتدار حاصل کر لیا جائے۔ اسی سازشی تسلسل کی آخری غماز وہ مشہور خفیہ دستاویز ہے جو ۱۸۹۷ء میں صیہونی "Protocols" کے نام سے یہودی "Elders" نے مرتب کی تھی۔ اسی پلان کے تحت دنیا میں پچھلے سو سالوں میں عالمی قرضے در قرضے اور ربا در ربا کا جال اتنا بڑا کر دیا گیا ہے کہ اب معیشت عالم یہود کی یرغمال ہو چکی ہے۔ ربا پر مبنی Banking کا پورا نظام یہودی پیداوار ہے جس نے کرنسی کے مدمقابل Credit کو جنم دیا تاکہ حقیقی معیشت کو ایک مصنوعی اور جعلی معیشت میں تبدیل کر کے یہودی نصب العین پورا کیا جائے۔ لہذا صورت حال یہ ہے کہ عالمی معیشت میں حقیقی معیشت صرف دس فیصد رہ گئی ہے۔ اور مصنوعی (جعلی) معیشت نوے فیصد ہو چکی ہے۔ دنیا میں افراط زر ہو یا کساد بازاری سب کچھ اس ربا کے محور پر "Created Credit" کی کارگزاریاں ہیں۔ اس شیطانی چکر (Vicious Circle) کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ قرضوں کی غیر حقیقی اور غیر فطری معیشت عروج پر ہے اور جس کی وجہ سے عالمی معیشت کے اسی فیصد حصے پر یہود قابض ہیں اور اپنی دیرینہ سازش میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ اس کا توڑ صرف قرآن وسنت متواتر میں ہی مضمر ہے۔

۳۔ قرآن حکیم کی محولہ بالا آیات میں با ایک طرف تو صدقات وزکوٰۃ کے بالمقابل بیان ہوا ہے اور دوسری طرف وہ ہی ربا تجارت کے بالمقابل بھی بیان ہوا ہے۔ پہلی صورت میں غریب لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ربا پر مال فراہم کرنا حرام قرار دے کر ان کو صدقات وزکوٰۃ دینا واجب اور فرض کیا گیا ہے۔ دوسری صورت میں معاشی منافع کمانے کے لئے ربا کو حرام قرار دے کر صرف تجارت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ (علت بھی اور حکمت بھی) وہ چار بنیادی فرق ہیں جو ربا اور تجارت کے درمیان ہیں۔ پہلا فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع کے ساتھ نقصان کا امکان بھی رہتا ہے' جبکہ ربا میں نقصان کا امکان سرے سے ہوتا نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع پہلے سے متعین (Pre-Determined) نہیں ہوتا۔ جبکہ ربا میں معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ تجارت تو اشیاء کی ہوتی ہے نہ کہ زر (Currency) کی مگر ربا میں یہ معاملہ پھر بالکل الٹا ہوتا ہے یعنی تجارت (اور صنعت وحرفت وزراعت وغیرہ) میں تو زر کو محض ایک آلہ تبادلہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن ربا میں خود زر کو ہی ایک جنس تجارت بنا دیا جاتا ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ تجارت وصنعت وحرفت وزراعت سے حقیقی معاشی سرگرمیاں وجود پاتی ہیں اور حقیقی معیشت پروان چڑھتی ہے۔ مگر نظام ربا میں Created Credit پوری معیشت کو غیر حقیقی اور مصنوعی بنا دیتا ہے جس سے معیشت ہمیشہ افراط وتفریط کا شکار رہتی ہے۔ ان چار اسباب وعلل کے پیش نظر مصنوعی کاروبار قرضہ جات اور ربا سراسر ظلم کے زمرے میں آجاتے ہیں جبکہ تجارت اور اصولِ شراکت ومضاربت وغیرہ عدل وانصاف عدل وانصاف کے مظاہر قرار پاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ نظام ربا میں ایک سرمایہ دار کسی Project میں اپنا سرمایہ تو صرف 25% لگاتا ہے اور 75% لوگوں کا سرمایہ بینک سے قرض پر لیتا ہے۔ پھر وہ کل سرمایہ کاری پر مثلاً منافع 80% حاصل کرتا ہے مگر ربا کی مد میں 75% سرمایہ پر صرف 15% ادا کرتا ہے اور اس کو بھی اپنے Cost of Production میں شامل کر کے صارفین کو منتقل کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ سرمایہ دار اپنے صرف 25% سرمایہ پر پورا منافع (100% سرمایہ پر) ہضم کر جاتا ہے اور 75% سرمایہ فراہم کرنے والے لوگ (صارفین) عملاً کوئی منافع حاصل نہیں کر پاتے۔ اس لحاظ سے ربا قطعی ظلم بھی ہے اور لوگوں کا استحصال بھی جبکہ سرمایہ کاری میں نفع ونقصان کی بنیاد پر شراکت اور مضاربت قطعی عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔

۴۔ غرضیکہ قرآن مجید نے معیشت میں نظام ربا وقرضہ جات کو یکسر ختم کر کے نظامِ صدقات وزکوٰۃ اور نظام تجارت وشراکت قائم کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ ظلم واستحصال اور افراط وتفریط سے پاک حقیقی معاشی سرگرمیاں وجود میں آئیں اور مروجہ صرفی اور تجارتی / صنعتی قرضوں (Loans/Credits) کے نظام کی ضرورت ہی نہ ہو کہ جس نے آج کل انفرادی اور اجتماعی تباہ کاریاں پیدا کی ہوئی ہیں۔ البتہ کسی ہنگامی یا غیر معمولی ضرورت میں...... (بقیہ صفحہ ۲۸ پر)

محمد ناظم الدین قاسمی

حضرت امام اعظمؒ کی اپنے شاگرد امام ابو یوسفؒ کو وصیتیں

- فرمایا اے یعقوب تم اللہ سے ڈرنے کو اور امانت ادا کرنے کو اور تمام عوام وخواص کی خیر خواہی کو لازم پکڑلو۔
- تنہائی میں اللہ سے اسی طرح کا تعلق رکھو جیسا کہ علانیہ طور پر سب کے سامنے اللہ سے تعلق رکھتے ہو' خلوت جلوت میں اخلاص سے اللہ کی طرف متوجہ رہو۔
- لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر خلوت وجلوت میں اخلاص سے اللہ کی طرف متوجہ رہو اور زیادہ کیا کرو تا کہ لوگ تم سے ذکر سیکھیں' اور وہ بھی کرنے لگیں۔
- نمازوں کے بعد اپنے لئے کچھ ورد مقرر کرلو جس میں قرآن کی تلاوت' اللہ کا ذکر کرو۔
- ہر مہینے میں چند دن ایسے مقرر کرلو جن میں روزے رکھا کرو تا کہ دوسرے لوگ بھی اس میں تمہاری اقتداء کریں۔
- اپنے نفس کی نگرانی کرو تا کہ وہ گناہوں اور لا یعنی کاموں میں مشغول نہ ہو جائے اور دوسروں کی بھی نگرانی کرو۔
- خطاؤں میں لوگوں کی اتباع نہ کرو بلکہ صحیح اور درست کاموں میں ان کی اتباع کرو(اس سے مراد دنیاوی انتظامی امور ہیں)
- جب تمہیں معلوم ہو کہ فلاں آدمی اچھا نہیں ہے تو اس کی برائی کا تذکرہ نہ کرو بلکہ اس کے اندر خیر تلاش کرو۔
- موت کو یاد کرو اور استادوں کیلئے اور ان سب لوگوں کیلئے دعائے مغفرت کرو جن سے تم نے دین حاصل کیا ہے۔
- لعنت اور سب وشتم کا استعمال نہ رکھنا۔
- جب موذن اذان دے تو مسجد میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ تا کہ عوام تم سے پہلے نہ پہونچ جائیں۔
- جو کوئی بات اپنے پڑوسی کی ناقابل اظہار دیکھو اس کی پردہ پوشی کرو کیونکہ تمہارے پاس امانت ہے اور دوسروں کے بھی حالات ظاہر نہ کرو۔
- جو کوئی تم سے کسی چیز میں مشورہ طلب کرے تو اس کو مشورہ دو جس میں تم کو یقین ہو کہ یہ مشورہ تم کو اللہ سے قریب کردے گا۔

- لالچی نہ بننا' نہ جھوٹا بننا اور نہ ایسی باتیں کرنا جو لوگوں کو چکر میں ڈالنے والی ہوں بلکہ اپنی مروت کو تمام امور میں محفوظ رکھنا۔
- ہمیشہ اپنے دل کو غنی رکھنا اور تنگ دستی ظاہر نہ ہونے دینا اگر چہ تنگ دستی ہو۔
- تم ہمت والے بننا کیونکہ جس کی ہمت کمزور ہو اس کا مرتبہ بھی کمزور ہوتا ہے۔

جب راستے میں چلو تو دائیں بائیں نہ دیکھو بلکہ ہمیشہ نظر زمین کی طرف رکھو۔

- دنیا کو حقیر جانو، جو اہل علم کے نزدیک حقیر ہے، کیونکہ اللہ کے نزدیک اہل علم کیلئے جو کچھ ہے وہ اس دنیا سے بہتر ہے۔
- اپنے ذاتی کام اور انتظامی امور کسی دوسرے شخص کے حوالے کرو تا کہ علم پر پوری طرح متوجہ ہو سکو اور اس سے تمہاری عزت محفوظ رہے گی۔
- دیوانوں سے بات کرنے سے پرہیز کرنا اور ان لوگوں سے بات مت کرنا جو طلب جاہ کیلئے بحث کرتے ہیں
- جب تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ جو تم سے بڑے ہوں تو ان کے ہوتے ہوئے اس وقت تک نشست وغیرہ میں برتری اختیار مت کرنا جب تک کہ وہ تم کو برتری نہ دیں۔
- جب تم کسی جماعت کے اندر موجود ہو تو نماز پڑھانے میں ان سے آگے مت بڑھنا جب تک کہ وہ خود ہی تم کو بطورا کرام آگے نہ بڑھائیں۔
- عوامی تفریح گاہوں میں مت جانا۔
- مجلس میں غصہ سے پرہیز کرنا۔
- عوام میں بازاری لوگوں میں جو شخص تمہارے ساتھ جھگڑا کرے تم اس سے مت جھگڑا کرنا ایسا کرو گے تو عزت جاتی رہے گی۔
- جو لوگ تم سے فقہ حاصل کرنے والے ہوں ان کی طرف پوری توجہ کرنا ان کو اپنی اولاد کی طرح سمجھنا۔
- اگر تم دس سال بھی بغیر خوراک اور بغیر کسب معاش کے رہ جاؤ تب بھی علم کی جانب سے روگردانی نہ کرنا۔
- عوام کے سامنے صرف اسی بارے میں بات کرنا جس کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے۔یعنی بقدر ضرورت شرعی جواب دے کر خاموش ہو جاؤ۔
- دنیاوی معاملات اور تجارت کے بارے میں عوام کے سامنے بات مت کرنا سوائے ان امور کے جن کا علم سے تعلق ہو تا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ تم کو مال سے محبت ہے اور اس کی رغبت ہے۔
- عوام کے سامنے نہ ہنسو۔

- راستوں میں نہ بیٹھو اگر تم کو اس کی ضرورت ہو کہ گھر کے علاوہ کسی جگہ بیٹھو تو مسجد میں بیٹھ جانا۔
- دوکانوں پر مت بیٹھنا۔
- عورتوں کیساتھ زیادہ گفتگو نہ کرنا اور ان کیساتھ اٹھنے بیٹھنے کی کثرت نہ کرنا کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے
- زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرنا کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے۔
- اپنی رفتار میں سکون اور اطمینان اختیار کرنا اور اپنے کاموں میں جلدی مت کرنا۔
- جب تم گفتگو کرو تو چیخ و پکار زیادہ نہ کرو' آواز بلند نہ کرو۔
- اپنے نفس کیلئے سکون اختیار کرو' اعضاء و جوارح کو کم حرکت دو تا کہ لوگوں کے نزدیک سنجیدگی ثابت ہو جائے
- اہل ہوا جو بدعت اعتقادی یا عملی میں مبتلا ہوں ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ کرنا الا یہ کہ دین کی طرف دعوت دینے کیلئے ان کے پاس جانا پڑے۔

بقیہ صفحہ ۲۵ سے : صرف عارضی مدت کے لئے قرض بغیر ربا (قرض حسنہ) کی اجازت محولہ بالا آیات قرآن میں ہے اور وہ عارضی قرض رہن کے ساتھ یا بغیر رہن کے بھی ہوسکتا ہے۔ قرض حسنہ میں یہ امکان ضرور رہتا ہے کہ زرِقرض کی قدرِ زر بوقت ادائیگی اور بوقت واپسی میں نمایاں فرق ہو یعنی کم ہو یا زیادہ ہو۔ زرِ قدر میں ایسی کمی وبیشی کے حتمی ازالے کے لئے اس معیاری چیز کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے جو نصاب زکوٰۃ کی بنیاد ہے یعنی سونا یا چاندی۔ لہذا قرضِ حسنہ کی رقم کو بوقت ادائیگی اور بوقت واپسی نہایت آسانی کے ساتھ سونے یا چاندی کی قدرِ رائج الوقت سے منسلک کیا جاسکتا ہے۔ مختصراً یہ کہ یہودی ایجاد ''ربا'' کی ہر شکل (سودی بینک یا سودی معیشت) کو قرآن مسترد کر کے ایک متبادل نظام فراہم کر دیتا جو نہایت معقول و متوازن ہے۔

۵۔ حاصل کلام یہ ہے کہ محولہ بالا آیات قرآں نے نہ صرف یہود کی ایجاد کردہ معیشت ربا قرضہ جات کے پورے سازشی وشیطانی چکر کو حرام قرار دیا ہے۔ بلکہ اسی حرام کاری میں ملوث لوگوں کے خلاف اللہ اور رسول کی جنگ کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ ساتھ ہی حلال معیشت فوز وفلاح کے تین واضح اجزائے ترکیبی بھی مقرر کر دیئے ہیں۔ اولاً نظام زکوٰۃ وصدقات' دوسرا نظام تجارت' صنعت وحرفت وغیرہ (انفرادی یا اجتماعی براصول نفع ونقصان/شراکت ومضاربت وغیرہ) اور تیسرا نظام عارضی قرضِ حسنہ یہ ہے وہ قرآنی نسخہ کیمیا جو یہودی نظامِ ربا اور قرضہ جات کی لعنت وہلاکت اور ظلم واستحصال کا قلع قمع کر دیتا ہے اور اسی قرآنی معیشت پر بذریعہ سنتِ متواتر ملی افکار وافعال دونوں کا اتفاق واجماع رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس قرآنی کسوٹی سے ہٹ کر جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ لوگوں کی محض خیال آرئیاں ہیں یا نکتہ سنجیاں ہیں یا فقہی باریکیاں ہیں۔

پروفیسر محمد طیب *

روایت ودرایت کا آغاز و ارتقاء

اسلام آخری الہامی دین ہے، جو ہر اعتبار سے مکمل ہے، اس دین کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے جن وانس پر لازم قرار دیا ہے، اس لئے ضروری تھا کہ یہ دین عین محفوظ حالت میں ہر دور کے لوگوں کے لئے محفوظ رہے۔

اسلام بنیادی طور پر قرآن وسنت کی شکل میں اہل کائنات کے سامنے پیش کیا گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آخری دین کی حفاظت وابلاغ کے ایسے اسباب ووسائل امت محمدیہ کے لئے پیدا فرمادیئے کہ امم سابقہ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ اس ضمن میں فن روایت ودرایت بالخصوص علوم وفنون کی دنیا میں مسلمانوں کے لئے سرمایہ افتخار ہے یہاں تک کہ ڈاکٹر سپرنگر کو بھی کہنا پڑا کہ ''نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری ہے اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے''(۱)

روایت کا لغوی معنیٰ:

روی (ض) روایۃ الحدیث۔ نقل کرنا، بیان کرنا(۲) القاموس الفرید میں ہے۔

روی۔ روایۃ: روایت کرنا، کہانی لکھنا، بات نقل کرنا، قصہ بیان کرنا(۳)۔ قاضی محمد اعلیٰ التھانوی لکھتے ہیں:

الروایۃ: لغتہ، النقل وفی عرف الفقہاء ما ینقل من المسئلۃ الفرعیہ سواء کان من السلف او الخلف۔ علم یطلق علی فعل النبی ﷺ و قولہ **روایت کا لغوی معنیٰ نقل کرنا ہے، (یعنی کسی کی بات آگے بیان کرنا)**

اصطلاحی مفہوم: اور فقہا کی اصطلاح میں فروعی مسائل کا سلف وخلف سے نقل کرنا۔ یہ حضورؐ کے فعل اور قول معلوم کرنے کا نام ہے''(۴)

روایت حدیث: فعلم الحدیث روایۃ یقوم علی النقل المحرر الدقیق لکل ماضیف الی النبی ﷺ من قول او فعل، او تقریر او وصفہ، ولکل ما اضف من ذلک الی الصحابۃ والتابعین، علی الرای المختار (۵)

---

* لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

یہ علم ان احادیث کی نقل و روایت پر مبنی ہے' جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہوں کہ خواہ قولی ہوں یا فعلی یا تقریری یا آپ ؐ کی صفت پر مبنی ہوں' قول مختار کی بناء پر اس میں اقوام صحابہ و تابعین بھی شامل ہیں"

الراوی: هو الذی ینقل الحدیث باسناده سواء کان رجلاً ام امراة وہ شخص جو اپنی سند سے حدیث روایت کرتا ہو خواہ مرد ہو یا عورت (۶)

المروی: اعنم ان یکون مضافتا الی النبی ﷺ او الی غیره من الصحابة و التابعین (۷) "روایت کردہ حدیث یا قول کو کہتے ہیں خواہ اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو یا آپ ؐ کے علاوہ صحابہ و تابعین کی طرف منسوب ہو"

گویا روایت حدیث دو چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) سند (۲) متن۔ علم حدیث کے حصول کے لئے راویان حدیث کی اصطلاح چل نکلی نیز علوم الحدیث کے حوالے سے حفاظت حدیث کے لئے فن روایت و درایت اپنی امتیازی شان و شوکت سے فروغ پذیر ہوا۔ اس منفرد و ممتاز علمی و تحقیقی کارنامے کا پہلا اور آخری محرک اشاعت حدیث کا ایمان افروز جذبہ ثابت ہوا۔

قرآن کے دلائل: قرآن حکیم نے ایسے احکام عطا کئے جو کہ جرح و تعدیل کی بنیاد ٹھہرے۔ قرآن خود بسا اوقات لوگوں سے اپنے موقف پر روایت کا مطالبہ کرتا ہے۔ مثلاً

(۱) ......ایتونی بکتب من قبل هذا او اثرة من علمه ان کنتم صدقین (۸)

......اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا علم (انبیاء میں) سے کچھ منقول چلا آتا ہو تو پیش کرو"

اس آیت میں لفظ "اثارة" محل استدلال ہے' لفظ اثارة کی اصل "اثر" ہے جس کے معنی روایت' امام مقاتل فرماتے ہیں کہ "علم انبیاء میں سے کوئی روایت پیش کرو" (۹)

قرآن کا غیر مسلموں سے روایت لانے کا مطالبہ اور کفار کا روایت نہ پیش کرسکنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ ابلاغ علم کا یہ سنہری سلسلہ قرآن و سنت کی اشاعت سے ہی شروع ہوا۔

(۲) اشاعت دین میں تحقیقی اسلوب اختیار کرنے کا بھی حکم قرآن میں موجود ہے۔

"یا ایها الذین امنوا ان جاء کر فاسق بنبا ء فتبینوا" (۱۰) "اے ایمان والو! اگر تمہارا پاس کوئی فاسق (غیر ذمہ دار شخص) خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو"

اس آیت اور اس کی ہم معنی دوسری آیات و روایات کی بنیاد پر معلوم ہوا کہ فن روایت کا آغاز و ارتقاء اشاعت اسلام سے ہوا۔

فلسفہ آغاز روایت: اسلام دین حق ہے' اللہ تعالی نے اس کی اشاعت کو امت مسلمہ کے خصائص میں

سے شمار فرمایا ہے' حضور ﷺ کی سیرت کو تمام لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ اتباع رسولؐ ہر ابن آدم پر فرض کردی گئی۔ ابلاغ دین کے لئے ایسے احکام دیئے کہ جن کی تعمیل میں سلسلہ روایت کا آغاز ہوا' آغاز روایت کا محرک بننے والے دلائل وواقعات مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) قرآن رسول اللہ ﷺ کی ہر بات کو مضبوطی سے پکڑنے کی تاکید کرتا ہے۔

وما اتاکم الرسول فخذوہ ..... (الآیۃ)[۱۱]۔

(۲) امت محمدیہ کو قرآن وسنت کی تبلیغ کا حکم دیا۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف [۱۲] (الآیۃ)

اورتم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی (دین) کی طرف بلائے اورامر بالمعروف (قرآن وسنت کی روشنی میں) کا کام کرے۔

قرآن مجید میں اس مفہوم کی آیات بہت سی ہیں ان پر عمل کرنے کی شکل قرآن وحدیث کی روایت کی متقاضی ہے۔

حفظ وضبط حدیث کے بارے میں حضورؐ کے ارشادات

کتب احادیث میں ایسے کئی واقعات مذکور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت (حدیث) کا حکم آپؐ نے خود دیا تھا۔ مثال کے طور پر چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ وفد عبدالقیس آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے خدمت اقدس میں حاضری کے لئے مشکلات کا اظہار کیا اور عرض کی فمر نابامر تجزبہ من و لانا نوفل بہ الجنۃ ....الخ

ہمیں احکام دین بتلائیے کہ ہم ان کی اپنے پیچھے والوں کو اطلاع کریں اس بنا پر ہم جنت میں داخل ہوسکیں۔

.........حدیث کے آخر میں حضورؐ نے حکم فرمایا:

احفظوہ واخبروہ من وراءکم ان کو یاد کرلو اور اپنے پیچھے والوں کو ان کی خبر (روایت) کرو۔[۱۳]

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نے روایت حدیث کی خواہش کا اظہار کیا' حضور ﷺ نے نہ صرف اپنی باتوں کو آگے بیان کرنے کی اجازت فرمائی بلکہ احادیث یاد کرنے اور بعد میں آنے والوں کو خبر دینے کا حکم بھی فرمادیا۔

(۲) حضرت ابوبکرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا...... الالیبلغ الشاھد منک الغائب'' یعنی میرے احکام کو تم میں جو حاضر ہے وہ جو حاضر نہیں ہیں ان سے بیان کرے[۱۴]

یہ حدیث صریح دلالت کرتی ہے کہ صحابہؓ کو روایت حدیث کی تاکید تھی۔ روایت حدیث میں احتیاط کا حکم بھی آپؐ نے دیا تھا' جیسا کہ بخاری اور دیگر کتب حدیث میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

(۳) حضورؐ کا فرمان ہے: من كذب علي فليتبوا مقعده من النار "(۱۵)

"جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے" ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں کہ

"کتابت حدیث کا اتنا اہتمام' راویت حدیث کے لئے اتنی حوصلہ افزائی اور جھوٹ کی آمیزش سے حفاظت کی ایسی تدابیر کیا یہ سب کچھ اس امر کا بین ثبوت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سنت کو اس طرح محفوظ کرنا چاہتے تھے کہ آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کرسکیں"(۱۶)

خود حضورؐ نے اپنے اصحاب کو ایسے اصول وضوابط کی طرف راغب فرمایا' کہ جن کی وجہ سے روایت اپنے اصطلاحی مفہوم میں جانی پہچانی گئی۔

ائمہ ومحدثین نے اصولِ روایت وضع کئے۔ احادیث کی رایت میں انتہائی تحقیق وتدقیق سے کام لیا گیا کیونکہ بغیر تحقیق کے بات قرآن وسنت کی روح کے منافی ہے' حضورؐ کا بھی ارشاد ہے۔

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع (۱۷)

"انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ بس جو کچھ وہ سنے دوسروں کے سامنے اگل دے"

معلوم ہوا کہ سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو آگے منتقل کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے' حدیث کا معنی یہ ہے کہ خوب غور وخوض اور تحقیق کے بعد روایت کرنی چاہیے تاکہ دین حق ہر قسم کی آمیزش سے محفوظ رہے۔

صحابہ اور روایت حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ سے حدیثیں سنتے اور جب آپ مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دورہ کرتے۔ یکے بعد دیگرے ہم میں سے ہر شخص ساری حدیثیں بیان کرتا۔ اکثر مجلس میں بیٹھنے والوں کی تعداد ساٹھ تک ہوتی' اور وہ سب باری باری بیان کرتے' پھر جب ہم اٹھتے تو احادیث یوں یاد ہوتیں گویا وہ ہمارے دلوں پر نقش ہیں (۱۸)

درایت کا مفہوم: لغت میں درایت کے معنی "دری لامر و بہ درایۃ جاننا واقفیت حاصل کرنا' علم حاصل کرنا (۱۹)

اصطلاح میں درایت حدیث وہ علم ہے جس میں الفاظ حدیث سے سمجھے گئے مفہوم ومراد سے بحث ہوتی ہے جبکہ وہ عربی قواعد وشرعی ضوابط پر مبنی اور رسول اللہ ﷺ کے احوال کے مطابق ہوں (۲۰)

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں:

هو الدراسته التاريخية التحليلة لاقوال الرسول العظيم و افعاله (۲۱)

درایت حدیث ایسا فن ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کا تاریخی وتحلیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں' علم الحدیث الخاص بالدرایہ کی تعریف میں: " علم يعرف منه حقيقة الرواية و شروطها و انواعها و احكامها (۲۲)

''وہ علم جس سے حقیقت روایت اس کی شرائط اور انواع و احکام معلوم ہوتے''

درایت کی ابتداء

مولانا شبلی فرماتے ہیں: ''یہ علمی اصول بھی درحقیقت قرآن مجید نے ہی قائم کر دیا تھا''

حضرت عائشہؓ پر جب منافقین نے تہمت لگائی .... قرآن مجید کی آیتیں حضرت عائشہؓ کی برأت ار طہارت کے متعلق جو نازل ہوئیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

ولولا اذ سمعتموه قلتم مايكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم [۲۳] ''اور جب تم نے سنا تو یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو ایسی بات بولنا مناسب نہیں سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے''

اس طرز تحقیق یعنی درایت کی ابتداء خود صحابہ کے عہد میں ہو چکی تھی۔ [۲۴]

نقل و روایت حدیث کے ساتھ درایت کا آغاز:

قرآن مجید سے حاصل کردہ اصول درایت کو محدثین نے نقل روایات میں عین دیانت داری سے استعمال کیا بلکہ درایت کا بطور تحقیقی و تکنیکی فن کے آغاز و ارتقاء نقل حدیث کی ضرورت و اہمیت کے تحت ہوا۔ درایت کے اصول و ضوابط منضبط کیے گئے۔ گویا درایت اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار حدیث رسول کو سمجھنے کا ملکہ ہے اس سے فقط عقل کا مفہوم تسلیم کرنا مناسب نہیں' مولانا ابو برکات عبدالرؤفؒ لکھتے ہیں:

''درایت کے معنی عقل نہیں علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اس کو دریۃ کہتے ہیں۔ محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی سیرۃ پوری واقفیت ہو اور اس بارے میں جتنی روایات صحیحہ ہیں وہ اس کے پیش نظر ہوں...... ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی۔ اسی کو درایۃ کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اس کی سند نہ معلوم ہو تو وہ اپنی اسی بصیرت کی بنا پر کہہ سکے گا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی ہو سکتی ہے یا نہیں'' [۲۵]

مولانا عبدالرؤفؒ کے مذکورہ بیان سے واضح ہو گیا کہ علم درایت ماہرین حیث کی بصیرت ''فی فہم الحدیث'' کا نام ہے یہ بات خود آغاز درایت کا تعلق آغاز روایت حدیث سے قائم کر رہی ہے۔

سنت نبوی میں درایت کی بنیاد:

حضورؐ کا فرمان ہے:

''......... اذا سمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر منه اشتها ركم وابشار كم وترون انه منكم بعيد فانا ابعد كم منه [۲۶] ''جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس کو تمہارے دل قبول نہ کریں اور بال و کھال اس سے متوحش ہو اور اپنے سے اس کو دور سمجھو تو میں تمہاری نسبت اس سے دور ہوں''

حدیث کا مفہوم متن حدیث اور نقد حدیث کی نسبت بیان کر رہا ہے' نقد حدیث دراصل درایت حدیث کا ہی

دوسرا نام ہے۔

صحابہؓ اور درایت:

صحابہ احادیث کے قبول کرنے میں درایتی معیار کا بالخصوص خیال رکھتے تھے کئی ایک احادیث اسکی شاہد ہیں۔

(۱) بعض فقہاء آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو کے قائل ہیں' حضرت ابو ہریرہؓ نے عبداللہ عباسؓ کے سامنے اس مفہوم کی حدیث بیان کی کہ "الوضوء مما مست النار" (۲۷) کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے فوراً کہا اگر یہ صحیح ہے تو اس پانی کے پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا' جو آگ پر گرم کیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ کو ضعیف الروایۃ نہیں سمجھتے تھے لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت درایت کے خلاف تھی اس لئے انہوں نے تسلیم نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہوگی۔ (۲۸)

معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ احادیث کے قبول کرنے میں اصول درایت کا لحاظ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ نوحہ کرنے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے تو انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھ کر سنائی:

حسبکم القرآن ولا تذر وازرۃ وزر اخری (۲۹) "تمہارے لئے قرآن کافی ہے۔ جس میں سے کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

اس حدیث میں عذاب کو اس صورت پر محمول کیا گیا ہے' جس میں مردہ نوحہ کرنے کی وصیت کر گیا ہو بصورت دیگر حدیث کا قرآن سے رابطہ نہیں قائم ہو سکتا۔ (۳۰)

صحیح مسلم کے مقدمہ میں ہے جب ابن عباس کے سامنے حضرت علیؓ کے قضایا لائے گئے تو عبداللہ بن عباسؓ بعض فیصلوں کو لیتے رہے' اور بعض کو ترک کرتے رہے اور فرماتے تھے کہ واللہ ماقضی بھذا علی الا ان یکون ضلی (۳۱) "اللہ کی قسم اگر حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ کیا ہے تو گمراہ ہو کر کیا ہے"

ظاہر ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان درایت کے حوالے سے ہی ہوگا۔

حضرت محمود بن ربیع نے ایک مرتبہ حدیث پیش کی کہ "جو شخص خالصتاً اللہ کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے آگ حرام کردی ہے" موقع پر جناب ابوایوب انصاریؓ بھی تھے انہوں نے حدیث سن کر فرمایا واللہ ماظن رسول اللہ ﷺ قال ماقلت قط (۳۲) اللہ کی قسم میں کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم جو کہتے ہو حضورؐ نے فرمایا ہوگا"

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے چونکہ عمل کی اہمیت گھٹتی ہے جو درایت کے خلاف ہے اس بناپر ابوایوب انصاریؓ کو تامل ہوا لیکن حدیث کا محل متعین ہونے کے بعد تامل کی گنجائش نہیں رہتی وہ یہ کہ لا الہ الا اللہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے تقاضے پر عمل بھی کیا ہو جو خالص رضائے الٰہی کے لئے کہنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ (۳۳)

قاضی محمد اعلیٰ التھانوی نے درایت کو اصول الفقہ اور علم الفقہ قرار دیا ہے "ھو علم الفقہ و اصول الفقہ" (۳۴)

مختصراً یہ کہ روایت و درایت کا آغاز و ارتقاء علوم الحدیث سے ہی وابستہ ہے صحابہ تابعین نیز ائمہ مجتہدین کے افکار و آراء اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اصول روایت و درایت کی ابتداء نقل و روایت سے ہوئی۔ تاریخ اقوام عالم میں ایسے سنہری و بے مثال تحقیقی و تنقیدی کام کی نظیر نہیں ملتی، اس کا اعتراف خود مستشرقین نے بھی کیا ہے کہ محدثین نے اسماء الرجال ایسا شاندار کام کیا ہے، یہ کام مسلمانوں سے پہلے کہیں نہیں ملتا، اور نہ ہی مسلمانوں کی نقل میں کوئی قوم فن روایت و درایت اختیار کر سکی۔ (۳۵)

حوالہ جات

۱۔ مقدمہ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۴۰
۲۔ مصباح اللغات، ص ۳۲۶
۳۔ القاموس الفرید، ص ۲۶۴
۴۔ کشاف اصلاحات الفنون ج ۱ ص ۶۰۷
۵۔ علوم الحدیث و مصطلحہ ص ۱۰۷
۶۔ علوم الحدیث و مصطلحہ
۷۔ علوم الحدیث و مصطلحہ
۸۔ قرآن: ۲:۴۲
۹۔ عظمت حدیث، عبدالغفار حسن، ص ۳۱۸
۱۰۔ قرآن ۶:۴۹
۱۱۔ قرآن مجید: ۷:۵۹
۱۲۔ قرآن مجید: ۷:۵۹
۱۳۔ صحیح بخاری مع شرحہ فتح الباری: باب تحریض النبیؐ وفد عبدالقیس ...... من وراھم، ج ۱ ص ۲۴۲
۱۴۔ صحیح بخاری مع الفتح الباری باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب
۱۵۔ ایضاً باب اثم من کذب علی النبی ﷺ
۱۶۔ حفاظت حدیث ڈاکٹر خالد علوی ص ۱۲۳
۱۷۔ مقدمہ صحیح مسلم
۱۸۔ مجمع الزوائد ج ۱، ص ۶۱
۱۹۔ القاموس الفرید، ص ۱۹۹
۲۰۔ حدیث کا درایتی معیار محمد تقی امینی، ص ۱۷
۲۱۔ علوم الحدیث ڈاکٹر صبحی صالح، ص ۱۰۸
۲۲۔ تدریب الراوی للسیوطی ص ۵
۲۳۔ قرآن پاک ۱۲:۲۴
۲۴۔ سیرۃ النبی ﷺ ص ۴۱۔۴۲
۲۵۔ اصح السیر عبدالرؤف ص ۲۰
۲۶۔ مسند احمد حدیث ابی اسید الساعدی
۲۷۔ ترمذی باب الوضوء

۲۸۔ سیرۃ النبی ص ۴۲۔۴۳
۲۹۔ مشکوۃ باب البکاء
۳۰۔ حدیث کا درایتی معیار۔ص ۱۸۳
۳۱۔ مقدمہ صحیح مسلم ج ۱۔ص ۱۰
۳۲۔ صحیح بخاری صلوۃ النوافل جماعۃ
۳۳۔ حدیث کا درایتی معیار۔ ص ۱۸۴
۳۴۔ کشاف اصطلاحات الفنون ج ۱۔ ۵۰۷
۳۵۔ مقدمہ سیرۃ النبی ﷺ ص ۴۰

المصادر والمراجع

۱۔ القرآن
۲۔ اصح السیر ۔ابوالبرکات، عبدالرؤف داناپوری، مجلس نشریات اسلام، کراچی
۳۔ القاموس الفرید، وحید الزمان کیرانوی، صابری دارالکتب، لاہور
۴۔ تدریب الراوی، حافظ جلال الدین السیوطی، المکتبہ العلمیہ، مدینہ منورہ
۵۔ جامع الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی
۶۔ حدیث کا درایتی معیار، محمد تقی امینی، قدیمی کتب خانہ کراچی
۷۔ حفاظت حدیث، ڈاکٹر خالد علوی، المکتبہ العلمیہ، لاہور
۸۔ سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی، قرآن محل، لاہور
۹۔ صحیح البخاری (مع الفتح الباری) محمد بن اسماعیل۔دارالسلام لاہور
۱۰۔ صحیح مسلم۔ مسلم بن حجاج قشیری، قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۱۔ علوم الحدیث و مصطلحہ الدکتور صبحی صالح، دارالعلم للملایین، بیروت
۱۲۔ عظمت حدیث، عبدالغفار حسن، دارالعلم، اسلام آباد
۱۳۔ کشاف اصطلاحات الفنون، قاضی محمد اعلیٰ، سہیل اکیڈمی، لاہور
۱۴۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، نورالدین الہیثمی، طبع القدوسی، القاہرہ۔
۱۵۔ مشکوۃ المصابیح، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور
۱۶۔ مسند احمد، احمد بن محمد بن حنبل، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۱۷۔ مصباح اللغات، ابوالفضل عبدالحفیظ۔سعید ایچ ایم کمپنی، کراچی

حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری

عالمی سامراج اور مسلم امہ

آج کل عالم اسلام حالات کے جس جبر کا شکار ہے' بظاہر اس سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی' اس پر اگر تھوڑا سا غور کیا جائے اور مسلمان مملکتوں اور ان کے حکمرانوں کے طرز عمل کا ذرا سا بھی جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ:

رنگ و روپ کا شکوہ دشمنوں سے کیا کیجئے
ہم نے اپنی یہ تصویر آپ ہی اتاری ہے

گزشتہ تیس سال میں مسلم ممالک کے آپس کے جھگڑے اور ان جھگڑوں کے نتیجے میں مسلم امہ کے ذرائع و وسائل کا بیدریغ و بے مقصد استعمال' یہ سب عوام اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہیں کہ ہماری برسر اقتدار شخصیات اپنی انا کے خول میں اس حد تک بند ہیں اور انکی آنکھوں پر ان کے اپنے اپنے مفادات کی ایسی پٹیاں بندھی ہوئی ہیں کہ نہ انہیں اپنے گرد وپیش کی صورتحال نظر آتی ہے نہ وہ آنے والے وقت کا ادراک کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' آج افغانستان کا مرثیہ پڑھا جا چکا ہے' مگر کسی نے اس آئینے میں اپنے مستقبل کی شکل نہ دیکھی۔ پھر عراق جرم بے گناہی میں اتحادی قوتوں کا مجرم قرار پایا۔ ایٹمی اسلحہ کے انسپکٹروں کے واضح رپورٹ کے بعد اور کسی قسم کے ایٹمی یا جراثیمی ہتھیاروں کا سراغ نہ ملنے کے باوجود بھی بڑی طاقتوں نے عراق کو ہتھیار بازی کا مجرم قرار دیا اور پھر عراق پر ایسی ظالمانہ جنگ و بربادی مسلط کی جو اب تک رُکنے کا نام نہیں لے رہی۔ یہ قبضے اور زور آوری حقیقتاً عالمی سامراج کے نئے نو آبادیاتی منصوبے کا پتہ دے رہا ہے' یہ منصوبہ دراصل تیل کی دولت پر مستقل پہرے اور خام مال کے جملہ وسائل پر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کی بالادستی کو دائمی تحفظ دینے کا طریقہ کار ہے۔

پھر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان ساری تیاریوں کا مطلب صرف عراق کے خلاف کارروائی نہیں ہے بلکہ تیل کی دولت سے مالا مال خلیج کے ممالک اور گرد وپیش کی وہ ساری ترقی پذیر مسلم اقوام اس منصوبے کے اہداف ہیں' گویا اس ساز و سامان کے ذریعے کسی کو کچلنا مقصود ہے' تو کسی کو ڈرانا' دھمکانا اور محض دھونس سے کام نکالنا پیش نظر ہے' ساری عالمی اتحادی قوتوں کی مشرق وسطیٰ میں یہ پیش رفت اپنی جگہ' لیکن ان حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے مسلم امہ میں جس وحدت فکر و عمل کا ہونا حالات کا سب سے پہلا مطالبہ تھا' جس یکجہتی کے ذریعے اس کٹھن گھڑی میں حالات

سے نپٹا جاسکتا تھا' اس کا آج بھی کہیں دور دور نشان نہیں ملتا بلکہ اگر ماضی قریب پر نظر ڈالی جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلم امہ کی بے بصیرت قیادت نے صورتحال کو بگاڑنے' اپنی قوتوں کو مضمحل کرنے' اتحاد کی بجائے انتشار فکر و خیال اور تضاد عمل سے بڑی فراخ دلی کے ساتھ کام لیا اور دشمنوں کو یہ موقع مہیا کیا کہ وہ ایک ایک کر کے ساری مسلم ریاستوں کو آپس کے جھگڑوں میں پھنسا کر' بے مقصد کشمکش میں الجھا کر اس حال کو پہنچا دیں کہ جب جدید منصوبہ بندی کے ساتھ عالمی سامراج اپنے پنجے گاڑنے کے لئے کسی مسلم ملک کو نشانہ بنائے' تو نہ اس ملک میں مقابلے کی قوت ہو نہ دوسرے ممالک کو حالات پر لب کشائی کی جرات ہو سکے' ہم نے ابھی ماضی قریب کی بات کی تھی' یقین ہے کہ باخبر قارئین ابھی اسی عراق کی جنگی حکمت عملی کا وہ بے مقصد شاہکار نہ بھولے ہوں گے جس کے تحت شط العرب کی نام نہاد ملکیت پر دو اسلامی ملکوں نے ایک دوسرے پر آگ بھی برسائی' اپنے ذرائع و وسائل کا ناقابل تلافی زیاں بھی کیا' اور خون بھی بہایا۔ جبکہ ایک دوسرے کو کمزور کرنے کے سوا اس جنگ نے دونوں ملکوں کو کچھ بھی نہ دیا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ اس جنگ کا منصوبہ بھی یقیناً کہیں اور بنا تھا اور یہ انہی سامراجی قوتوں کا متعین کردہ مشن تھا جس کے ذریعے ایک طرف ایران کے ابھرتے ہوئے اسلامی انقلاب کو اس کے بامقصد ہدف سے ہٹانا تھا اور دوسری طرف عراق کے خلاف عالمی رائے عامہ کو بھی متاثر کرنا تھا اور خود مسلم امہ میں بھی انتشار خیال کو عراق کے خلاف تقویت پہنچانا تھا' پھر مسلم لیڈروں کے ہاتھوں ان بے مقصد اقدامات اور ان کے نتائج میں حاصل ہونے والی تباہی کا دوسرا منظر عالمی سامراجی قوتوں کے دوسرے اقدام کے صورت میں اس وقت سامنے آیا جب کویت کے بعض حصوں پر ملکیت کا دعویٰ لے کر عراق کے انہی حکمرانوں نے خلیج میں ایک نئی جنگ شروع کر دی' اور اس طرح اس بے مقصد اقدام نے عالمی سامراجی قوتوں کو کویت اور دیگر مسلم عرب ممالک کو تحفظ فراہم کرنے کے نام پر مسلم امہ کے قلب میں مداخلت کا موقع مہیا کیا۔ اس طرح اتحادی افواج خود مسلم امہ کے خرچے پر خلیج میں آکر مسلط ہو گئیں۔ اس سابقہ تحفظ اور چوکیداری کا معاوضہ ابھی تک عرب ممالک سے وصول کیا جارہا ہے۔ تیل کی دولت سے مالا مال اسلامی ممالک اپنے غیر حکیمانہ فیصلوں کے نتیجے میں اس حال کو پہنچ گئے کہ خوشحال ترین ممالک کے بجٹ پہلی بار خسارے کا شکار ہوئے۔ اور یہ صرف ایک عراق' ایران یا عراق کویت کا معاملہ نہیں بلکہ 59 اسلامی ممالک کی صورتحال حالات کے تناظر میں ماضی قریب سے لے کر حال کے لمحوں تک اسی انتشار و افتراق کا شکار ہے' کہیں لیبیا کے تعلقات گردوپیش کے مسلم ممالک کے ساتھ برادران یوسف جیسے ہیں تو کہیں ایران و عرب ممالک کے تعلقات کشیدگی سے محفوظ نہیں۔

اس مختصر سے تجزیے کے بعد جب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے درمیان یہ غیر برادرانہ فضا آخر کیوں ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟ تو سب سے پہلی بات جو یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے اور جو اس سارے انتشار کا سب سے بنیادی نکتہ ہے' وہ اسلامی ملکوں پر مسلط وہ قیادتیں ہیں' جنہیں مختلف ناموں اور مختلف نظاموں کے ذریعے

سے متعارف کرایا جاتا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب آمریتیں ہیں' جنہیں ان آمروں نے کہیں جمہوریت کے خوش نما لباس پہنا رکھے ہیں' کہیں وہ بادشاہتوں کی شکل میں مسلط ہیں' لیکن ایک بات مسلم امہ کے ان سارے ممالک میں واضح طور پر نظر آئے گی کہ یہ اسلام کے شورائی نظام اور اپنے عوام کی دلی حمایت سے یکسر محروم ہیں' بلکہ اس نکتے کا اگر آپ ذرا سا بھی تجزیہ کریں تو عوام اور حکمرانوں کے درمیان اعتماد و محبت تو دور کی بات ہے' خیالات سے انداز فکر و عمل تک اور ثقافت سے معیار زندگی تک کسی معاملہ میں بھی کوئی قدر مشترک نظر نہیں آتی' ایک خلیج ہے جو مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے درمیان حائل ہے' نہ مسلم حکمران اپنے عوام کے خیالات اور ان کے انداز فکر و عمل کو سمجھنے کے لئے تیار ہیں اور نہ مسلم عوام ان حکمرانوں کے رنگ میں رنگے جانے پر آمادہ ہیں' پھر دونوں کے درمیان صرف فکر و خیال ہی کی دوری نہیں ہے بلکہ معیار زندگی کا اتنا بڑا بعد ہے کہ حکمران ایوان و شبستاں میں سجے ہوئے ہیں' اور عوام خطِ غربت سے بھی کہیں نیچے زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں' اس پر مستزاد یہ کہ مسلم ممالک کا جو بھی صاحب ثروت اٹھتا ہے' اسے اپنی دولت کے تحفظ کے لئے ان اسلام اور مسلمان دشمن اتحادی قوتوں کے بینکوں کے سوا اپنے غاصبانہ اموال کو محفوظ کرنے کا کوئی حصار عافیت نظر نہیں آتا' لہٰذا مسلم امہ کے سارے مالی وسائل سمٹ کر یورپ کے اتحادی ممالک کی ترقی میں استعمال ہو رہے ہیں اور مسلم ممالک اپنی غربت دور کرنے کیلئے سودی قرضوں کے شیطانی شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔

ہم روتے ہیں' فریاد کرتے ہیں' دہائی دیتے ہیں کہ یورپ کے ممالک سے مسلمان مزدور خون پسینے کی کمائی اپنے ملک کی معیشت کو مضبوط کرنے کیلئے زرمبادلہ کی شکل میں ملک میں لائیں مگر کوئی نگرانِ کار اس بات پر غور نہیں کرتا کہ ہمارے ملک کے صنعت کار بیرونی ممالک میں سرمایہ کاری بھی کر رہے ہیں اور صنعتیں بھی لگا رہے ہیں' خود پاکستان کی ساری لوٹی ہوئی دولت ہمارے اچھے وقتوں کے برے حکمرانوں نے احتساب سے بچنے کیلئے انہی اتحادی ملکوں میں اثاثوں کی صورت میں منتقل کی ہوئی ہے' اور ''چمڑی جائے پر دمڑی نہ جائے'' کے مصداق ہزار مصیبتیں اٹھانے کے باوجود یہ لوگ ملک کا مال ملک میں واپس لانے کو تیار نہیں۔ خود مسلم امہ کے باوسائل حکمران بھی اپنے سونے کے انبار انہی ملکوں کے بینکوں میں رکھتے ہیں' جن کے ہاتھوں امت مسلمہ اس حال کو پہنچی ہے اور بحیثیت امہ اس کے عقائد و نظریات جن کی چیرہ دستیوں کا ہدف ہیں۔

معاشی استحکام کے لئے مسلم امہ کے سارے قائدین غریب عوام سے قربانیوں کا مطالبہ بھی کرتے ہیں اور انہیں ایثار کی ترغیب بھی دیتے ہیں' دینی قیادتوں کا ہدف بھی یہی معصوم لوگ ہیں' لیکن امت کے لئے نہ کوئی حکمران ایثار کرنے کو تیار ہے اور نہ مذہبی قیادتوں میں ایثار کے آثار نظر آتے ہیں' پھر آج کا دور محفل آرائی اور داستان گوئی کا زمانہ نہیں' اقوام کے درمیان علم کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے' اور یہ علم بھی مابعد الطبیعاتی مسائل اور مختلف عقائد کے مابین فلسفیانہ موشگافیوں اور علم الکلام کے کُلیوں کا نہیں' اس علم کے میدان میں ساری مسلم امہ کا حال یہ ہے کہ ہم آج تک اپنا نظام تعلیم

واضح طور پر وضع نہیں کر سکے ہیں' ہماری مراد نصابِ تعلیم میں کوئی سطحی تبدیلی یا اسلامیات کے کچھ حصے کے ساتھ باقی جملہ مضامین اس کافرانہ' سرمایہ پرستانہ اور لذت پسندانہ انداز میں پڑھانے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ایسا مربوط نظام تعلیم کی ترویج کا نام ہے کہ جو دنیا کے تمام مروجہ علوم اسلام کے نقطہ نظر سے پڑھا اور سکھا سکے۔

اس افسوسناک صورتحال کا کیا مرثیہ لکھا جائے کہ پاکستان کے قائدین علم و حکمت نصف صدی سے زائد مدت سے آزاد ہونے کا اعزاز رکھنے کے باوجود اسلامی نظام تعلیم سے محروم بھی ہیں' اور اس کی ضرورت سے بے نیاز بھی' باقی اسلامی دنیا کا حال بھی کچھ مختلف نہیں۔

پاکستان میں ہر چند سال کے بعد تعلیمی پالیسی کے نام پر جو کچھ ہوتا ہے وہ دورِ جہالت کی طرف واپسی کا سفر ہے' اسلئے کہ کوئی نصاب تعلیم بھی چند سال سے زیادہ نہیں چلتا' دوسری طرف ایک ہی ملک میں تعلیم کے شعبے میں کئی کئی نظام و نصاب رائج ہیں۔ کہیں حکمران بنائے جا رہے ہیں اور کہیں صرف کلرک تیار کئے جا رہے ہیں' یوں امت کی یکجہتی اور ملت کی ایک رنگی کے درمیان فاصلوں کو زیادہ سے زیادہ کرنے کا پورا اہتمام شعوری اور غیر شعوری طور پر موجود ہے۔

اسی علمی میدان کی تباہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سارے اسلامی ممالک میں سے کسی ایک کے پاس بھی عالمی سطح کی ایسی بڑی جدید اور معیاری یونیورسٹی نہیں ہے جو ایسے جدید سائنسی مضامین اور دور حاضر کے ایسے علوم کی تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دے سکے جن سے ہم ترقی کی دوڑ میں اقوام عالم کے ساتھ ساتھ چل سکیں' مسلم امہ کیلئے ایسی یونیورسٹیوں کا قیام ناگزیر ہے کہ جو نئے دور کے تقاضوں کے مطابق قوم کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور جن کی ڈگریاں اتنی قابل اعتماد ہوں کہ ترقی یافتہ ممالک میں خود ان کی یونیورسٹیوں کے معیار کے مطابق تسلیم کی جائیں' آج کا عہد جس ارتقائی عمل کا تقاضا کر رہا ہے ہم اس کے ہم آواز بھی نہیں اور ہم قدم بھی نہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس دور میں جو' جدید سائنسی علوم اور جدید ترین آلات حرب سے لے کر فنونِ جنگ تک' ایک جال سا بچھا ہوا ہے' اس دور میں امت مسلمہ کہاں کھڑی ہے؟ آج ہم اس مقام پر کھڑے ہیں کہ ہماری آزادی' خود مختاری اور دینی تشخص کو ختم کرنے کے مشن پر کام کرنے والے ممالک ہمیں اپنے فرسودہ ہتھیاروں کی منڈی سے زیادہ کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں' اور وہ جنگی ساز و سامان جو ماضی کا گم گشتہ باب بن چکا ہے اسے پوری قیمت دینے کے باوجود مسلم ممالک کو بڑے احسان کے ساتھ دیا جاتا ہے' ہم اپنے اس تجزیے میں آج اپنی ان ساری کمزوریوں کا پورا جائزہ اور اس کے نتائج حقیقت کے آئینے میں ملت کے سامنے رکھ رہے ہیں' تاکہ سوچنے والے سوچیں اور غور و فکر کرنے والے ان پر محققانہ نگاہ ڈالیں اور اپنی کمزوریوں کا ادراک کرتے ہوئے حالات کی تبدیلی کیلئے کوئی ایسا منصوبہ تیار کریں جو حال کی نعرہ بازی سے ماوراء ہو کر مستقبل بعید تک رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ اس سلسلے میں اس بات پر بھی نگاہ ڈالئے کہ آج کے دور میں جتنی اہمیت جدید ترین جنگی ساز و سامان کی ہے اس سے کہیں زیادہ ضرورت و اہمیت جدید ترین ذرائع ابلاغ کا

قیام ان سے استفادہ اور امہ کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور درست معلومات بروقت اور پوری قوت سے دنیا کے سامنے لانے کی ہے۔

لیکن اس سلسلے میں بھی آپ مسلم ممالک کی بے بضاعتی کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی وی کا کوئی ایک چینل بھی ایسا نہیں ہے جو یہود وہنود کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا تدارک کر سکتا ہو۔ ان کی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو بلکہ اس سلسلے میں بھی ہمارے ماہرین ابلاغ عامہ کی سوچ یہ ہے کہ جس کا وہ برملا اظہار بھی کرتے ہیں اور اسلامی ممالک کے ٹی وی اور ریڈیو کے پروگرام اس سوچ کے آئینہ دار بھی ہیں کہ ہمیں دنیا کے دوسرے ٹی وی اور ریڈیو چینلز کا مقابلہ کرنا ہے اور وہ مقابلہ انہی کی ثقافت اپنا کے اور انہی کے انداز میں ناچ گا کے کیا جا سکتا ہے اور اب تو ابلاغ کے ذرائع میں بات ٹی وی اور ریڈیو سے بھی آگے بڑھ گئی ہے معاملہ اب کیبل اور انٹرنیٹ تک جا پہنچا ہے ارتقاء کی یہ دوڑ ابھی مزید مراحل طے کریگی جبکہ نہ ہمارے پاس اس کا توڑ ہے نہ اس کے مقابلے کیلئے مثبت سوچ ہمارا حال تو یہ ہے ۔

پھر رہے ہیں ہائے کیسی سادگی کے ساتھ ہم
قمقموں کی روشنی میں نورِ ایمان دیکھتے

اکثر اسلامی ممالک یا پسماندہ ہیں یا ترقی پذیری کے مرحلے میں مغربی ممالک کے سودی قرضوں کی بیساکھیاں لگائے ہوئے زندگی کی دوڑ میں حصہ لینے کیلئے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے ہیں لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ ان اسلامی ملکوں میں معاشی روابط کا فقدان ہے اسلامی ملکوں کے خام مال کے لئے نہ کوئی منڈی ہے نہ کوئی مشترکہ صنعتی منصوبہ۔ مشترکہ صنعتیں تو خیر کہاں سے آئیں گی یہی حال دفاعی ساز وسامان کا ہے کہ سارے اسلامی ممالک امریکہ اور دوسرے مغربی ملکوں کے محتاج ہیں اور اس کسمپرسی کا شکار ہیں کہ امریکن کمپنیاں جہازوں کی فروخت کے معاہدے میں رقم وصول کرنے کے بعد بھی جہاز سپلائی نہیں کرتیں جبکہ جدید ترین ہتھیار اسرائیل اور بھارت کو عطا کئے جاتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ بھارت کبھی بھی امریکہ کے حلیفوں میں داخل نہیں رہا اور اسلامی ممالک کی اکثریت امریکہ کی حلقہ بگوش بھی ہے اور نیٹو اور سینٹو کے معاہدات میں شامل بھی .... یہ وہ مناظر ہیں کہ بیک نظر جن کا احساس مسلم امہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے مستقبل کے تصور سے لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ ہمارے نزدیک حالات کے اس جبر سے نکلنے کے لئے ایک طویل مدت کے مضبوط اور ہمہ جہتی منصوبے کی ضرورت ہے اسلامی ملکوں کو اپنی ذات کے خول سے نکلنا ہوگا بحیثیت ملت مسلمہ حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے عوام کو اعتماد میں لے کے اس منصوبے کا اس طرح آغاز کیا جائے کہ حکمرانوں دینی قیادتوں اور عوام کے درمیان ہم خیالی کو فروغ ملے اور ایک دوسرے پر اعتماد بحال ہو۔ اسلامی ممالک کا اپنا ایک مشترکہ مشاورتی ادارہ سربراہان کی سطح پر قائم کیا جائے اور وہ بے عملی کا شکار نہ ہو مشترکہ اسلامی

کرنے کا کام بھی ترجیحاً کیا جائے۔

آج کی جنگ چاہے سرد ہو یا گرم‘ اس میں سب سے بڑا ہتھیار ذرائع ابلاغ ہیں‘ اس لئے اس منصوبے میں بہت غور و خوض کے ساتھ لیکن ہنگامی بنیادوں پر بغیر کسی تاخیر کے مسلم ممالک کی ایک عالمی نیوز ایجنسی جو جدید ترین آلات اور عہد جدید کے سارے تقاضوں کو پوری طرح سمجھتی ہو‘ قائم کی جائے۔ اسلامی عالمی ریڈیو اور ٹی وی چینل کا اجراء کیا جائے جو مغرب کی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی ہو اور اسلامی ثقافت کو پھیلانے کا طریقہ کار بھی جانتا ہو۔ اس سے ہماری مراد محض وعظ و نصیحت کا چینل قائم کرنا نہیں ہے بلکہ جدید ثقافتی ہیجان خیزی اور اشتعال انگیزی کا توڑ کرنے کیلئے اسلامی تہذیب اور کلچر کے اطمینان خیز اور طمانیت بخش پہلو اجاگر کرنے کا وہ طریقہ کار ہے جو وقت کے زہر کا تریاق بن سکے۔

اسلامی ممالک کا مشترکہ معاشی روابط کا منصوبہ بنایا جائے‘ اور ایک دوسرے کے ساتھ خام مال کی کھپت اور صنعت سازی کو فروغ دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ کوشش کی جائے کہ اس منصوبے کا ایک حصہ دفاعی ساز و سامان میں خود کفالت کے مقام تک پہنچانے کا اہتمام بھی رکھتا ہو۔

ہماری نظر میں یہ وہ چند نکات ہیں جن پر پیش قدمی کئے بغیر نہ مسلم امہ کی بے بسی ختم ہو سکتی ہے اور نہ ہم اپنی آزادی‘ خود مختاری اور عقیدے کا صحیح معنوں میں تحفظ کر سکتے ہیں۔

جلسہ دستاربندی و تقسیم اسناد

دارالعلوم الاسلامیہ اضاخیل بالا (نوشہرہ) کی تقریب اسناد اور جلسہ دستار بندی بروز اتوار 15 شعبان ۱۴۲۴ھ بمطابق 12 اکتوبر 2003 کو منعقد ہوگی جس میں ملک کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام شرکت کریں گے۔ عامۃ المسلمین سے اس روحانی تقریب میں جوق در جوق شرکت کی اپیل ہے

الداعی : مولانا حافظ انوار اللہ ۔ دارالعلوم الاسلامیہ اضاخیل بالا۔ (نوشہرہ)

پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ
پشین بلوچستان

پس چہ باید کرد

مسلمانانِ عالم کے لئے لمحہ فکریہ

مغرب کے صلیبی اتحاد نے جو ۷۸ غیر مسلم اور بعض ننگ اسلام اور ننگ دین مسلم کے حکمرانوں پر مشتمل تھا' ۷ اکتوبر ۲۰۰۱ء تا دسمبر ۲۰۰۱ء افغانستان کی طالبان اسلامی حکومت کا بظاہر خاتمہ کردیا اس سے پہلے ۱۹۹۲ میں سو سے اوپر انہی غیر مسلم طاقتوں اور تقریباً سب عرب حکومتوں نے مل کر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی۔ جس نے بلاوجہ دوسرے چھوٹے سے لیکن تیل کی دولت سے معمور و متمول ملک کویت پر قبضہ کرکے سینکڑوں مسلمان بھائیوں کو قتل کیا تھا۔ سعودی عرب کی بادشاہت کو عراق سے سب سے زیادہ خطرہ تھا اس لئے اس کی حفاظت کے نام پر مگر صہیونیت کے مخفی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے پانچ ہزار امریکی فوج شمال میں واقع تبوک کے اڈے پر مقیم ہوگئی۔ چونکہ اس عیسائی فوج میں یہودی بھی لازماً تھے۔ اس لئے حضور ﷺ کی اس آخری وصیت کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہوگئی جس میں شاہ دو جہان ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ عیسائی تثلیث کے عقیدے کی بناء پر مشرکین ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہود نا بہود کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے جزیرۃ العرب سے نکال دیا تھا۔ اب سعودی نجدی وہابی بادشاہت کو اپنے اقتدار کا تحفظ منظور تھا مگر امریکی استعمار کی نظر سعودی تیل پر تھی۔ جو تہذیب کی شہ رگ کے لئے خون کا درجہ رکھتا ہے۔ اور جو دنیا میں سب سے بڑا ذخیرہ ہے۔ امریکہ نے اپنے فوجی اخراجات بمعہ سود کویت' قطر اور سعودی عرب سے وصول کئے اور اب تک وصول کررہا ہے۔ جس کے باعث تاریخ میں پہلی مرتبہ سعودی بجٹ میں خسارہ دکھایا گیا۔

پہلی خلیجی جنگ میں لاکھوں عراقی مسلمان صلیبی بمباریوں سے شہید ہوئے اور بعد میں ہزاروں عراقی بچے ادویہ اور خوراک نہ ملنے کے باعث گزشتہ دس سال میں فوت ہوئے۔ صدر صدام حسین نے تمام مشکلات کے باوجود مغرب کی بالادستی کو قبول نہیں کیا۔ لہٰذا وہ مغرب کا معتوب ٹھہرا۔ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کے نیویارک ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ایک سو دس منزلہ جڑواں مینار کیا گرے کہ امریکہ کو علی الاعلان تمام دنیائے اسلام کے خلاف صلیبی مذہبی جنگ چھیڑنے کا بہانہ مل گیا۔ امریکہ کے بقول اس نے عراق پر پہلی جنگ خلیج میں چالیس ہزار ٹن بارود برسایا تھا۔ اب افغانستان پر اس نے بیس ہزار ٹن بارود برسایا۔ ۱۹۹۸ء میں اگست کے مہینے میں امریکہ نے نواز شریف وزیراعظم پاکستان سے اجازت لئے بغیر اسامہ بن لادن کو جو کہ تمام عالم اسلام کی آبرو ہیں مارنے کے لئے بلوچستانی ساحل یعنی بحیرہ عرب سے کوئی

پچاس کے قریب کروز میزائل اپنے بحری جنگی جہازوں سے فائر کئے جس میں اس عظیم مجاہد کے ٹریننگ کیمپ کے ۲۴ مجاہد شہید ہوئے۔ پھر خونخوار بش نے آدھی رات کو اکتوبر ۲۰۰۱ء کی کسی تاریخ کو پاکستان کو امریکہ کا دوست یا دشمن بننے کا راستہ چننے کی فون پر دھمکی دی۔ کیونکہ پاکستان ہی سے دنیا کے واحد صد فیصد اسلامی ملک افغانستان کے خلاف زمینی اور فضائی حملہ ممکن ہوسکتا تھا۔ کیونکہ پچاس کروز میزائیلوں میں سے صرف چند نشانے پر لگے تھے۔ بقیہ ہدف سے دور جا گرے تھے۔ کچھ راستے ہی میں تھک کر یا بھٹک کر بلوچستان کے اندر گر گئے تھے جو حکومت نے ازارہ نیازمندی و تابعداری ظالم صلیبیوں کے حوالے کردیئے تھے۔

اب مطلق العنان پاکستانی حکمرانوں کے لئے یہ لحہ فکریہ تھا کہ اپنے مسلمان بھائی اور پڑوسی ملک پر حملے کے لئے بھی راستہ نہ دیں اور خونخوار نصرانی طاقتوں کے غیض وغضب سے بھی جان بچائیں۔ اس مرحلے پر ایران نے نصاریٰ کی مذموم دہشت گردی سے بھی لاتعلقی کا اعلان کیا اور افغانستان پر حملے کے لئے راستہ دینے سے بھی انکار کیا۔ حالانکہ ایران طالبان کا سخت مخالف اور دشمن بھی تھا اور فتح مزار و بامیان کے بعد ان پر حملہ آور بھی ہوا تھا' پاکستان نے صرف پتھر کے زمانے میں پہنچائے جانے کی دھمکی سے ڈر کر نہ صرف امریکہ کو اپنی فضا استعمال کرنے کی اجازت دے دی بلکہ جیکب آباد' دالبندین' ژوب اور پسنی وغیرہ کے ہوائی اڈے بھی دیئے اور لاجسٹک سپورٹ یعنی پیٹرول اور سامان خوردنوش وغیرہ کی سہولیات بھی پیش کیں۔ یوں گزشتہ پچاس برس کی' وہ پالیسی یکسر بدل دی گئی۔ جس میں ہمارے لئے ازلی دشمن بھارت کو افغانستان سے ہر قیمت پر دور رکھنا اور افغانستان کی اسلامی حکومت کی حمایت کرنی تھی تاکہ اسلامی اخوت کا تقاضا بھی پورا ہوتا اور ملک کی مغربی سرحد بھی محفوظ رہتی۔ اب ایک سو بیس درجے کے زاوے سے افغان پالیسی بدلنے سے مشرقی سرحد کی طرح جس پر ہندو بیٹھا ہوا ہے۔ مغربی سرحد بھی غیر محفوظ ہوگئی کیونکہ طالبان کے باغی اور باغی گروپ شمالی اتحاد کے ازبک' تاجک اور ہزارہ اتحاد کی ترجیحات میں ہندو اور مشرک بھارت تو شامل ہے مگر اپنی مسلمانی کے نام نہاد دعوؤں کے برعکس ان کی ترجیحات میں مسلم ملک پاکستان داخل نہیں ہے۔ اور پھر اسلامی طالبان پشتون تھے جن کے ایک کروڑ بھائی سرحد اور بلوچستان میں رہتے ہیں۔

پاکستان کے فرد واحد کا یہ فیصلہ پارلیمان یا شوریٰ کی غیر موجودگی کا نتیجہ تھا اور ملک کو ہمیشہ فوجی حکومتوں نے نقصان پہنچایا۔ ۱۹۷۱ء کا سقوط ڈھاکہ اور نوے ہزار مسلم فوج کا تاریخ میں پہلی مرتبہ ہتھیار ڈالنے کی ذلت اٹھانا اور ملک کے مشرقی بازو کا ہمیشہ کے لئے الگ ہونا بھی ایک غیر نمائندہ فوجی حکومت کا شاخسانہ تھا۔ طالبان نے زہر کا یہ گھونٹ مجبوراً پیا اور صرف یہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

عیسائی صلیبی افواج نے جن کے ساتھ بہت سے مسلمان ممالک کی اخلاقی مدد بھی شامل تھی' مغرب کی خودساختہ دہشت گردی کے خلاف اور ایک ارب مسلمانوں میں سب سے زیادہ مضبوط ایمان اور اسلامی جذبہ جہاد سے بھرپور شخصیت شیخ اسامہ بن لادن کا بہرصورت گرفتاری یا شہادت کیلئے' ۷ اکتوبر تا ۱۷ نومبر ۲۰۰۱ء کے چالیس دنوں میں مادی اور دنیوی لحاظ سے کمزور اور پس ماندہ مگر ایمانی اور روحانی لحاظ سے بہت مضبوط افغانستان پر کروز میزائلوں' بمبار طیاروں' چھوٹے چھوٹے ایٹم بموں یعنی ڈیزی کٹر بموں سے بے تحاشا بمباری کر کے تقریباً دس ہزار طالبان مجاہدین اور بیس تا تیس ہزار عام افغان شہریوں کو شہید کیا اور سی آئی اے کے پروردہ حامد کرزئی اور گل آغا شیرزئی جیسے اسلام فروش پشتون فروشوں نے میر صادق اور میر جعفر کی یاد تازہ کرتے ہوئے حملہ آور صلیبی افواج کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں کو بیرونی دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا کہ اندرونی غداروں سے پہنچا۔ چنانچہ چالیس دن کے بعد وسط دسمبر ۲۰۰۱ء میں طالبان نے قندھار کو خالی کیا اور اپنے ہزاروں ساتھیوں اور ہتھیاروں کے ساتھ ملا محمد عمر مجاہد مدظلہ' دامت فیوضہ' افغانستان کے پہاڑوں میں روپوش ہوگئے۔ کابل میں امریکہ کی پٹھو حکومت قائم ہوگئی۔ اسلامی حکومت کو تاریخ صدیوں تک رویا کرے گی ع مگر اے زندگی رویا کرے گی مجھ کو تو برسوں

امریکہ کو وسط ایشیا کے تیل اور گیس سے بھرپور مسلمان ترکمانستان تک رسائی کا آسان راستہ مل گیا اور اسلامی نظام جو یہود ونصاریٰ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے نہ رہا۔ مگر اس روز سے آج تک صلیبی اتحادیوں کی افواج پر ہر روز راکٹوں' میزائلوں' گرنیڈوں اور بارودی سرنگوں سے حملے جاری ہیں۔ اور افغانوں کے جذبہ جہاد کو ہزار آفریں اور صد سلام کہ ہر روز پانچ تا دس استعماری مغربی فوجی یعنی امریکی' جرمن' فرانسیسی' اطالوی اور آسٹریلیائی واصل جہنم ہوتے ہیں۔ اور حال ہی میں بارہ سو امریکی فوجیوں کی لاشوں کے تابوت قطر کے الحدید ہوائی اڈے اور عرب امارات اور کویت کے ہوائی اڈوں پر پہنچائے گئے ہیں تاکہ مناسب وقت پر امریکہ پہنچائے جاسکیں۔ پندرہ سو زخمی اس تعداد کے علاوہ ہیں۔ اسامہ بن لادن کا قصور کیا تھا یہی کہ حرمین شریفین کی توسیع جدید کے ساتھ ساتھ جو ان کی بن لادن کمپنی نے انجام دی اس مرد مجاہد نے یہ نعرۂ مستانہ لگایا کہ سعودی سرزمین سے عیسائی افواج اور بیت المقدس سے یہودی افواج نکل جائیں۔ اس پر اپنے کفار کے ڈر سے اور بیگانے اسلام کی دشمنی سے ان کے مخالف بن گئے اور شیخ نے اپنا وطن مالوف چھوڑ کر طالبان افغانستان کے ہاں پناہ لی۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
ہیں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

طالبان نے اپنی حکومت کی قربانی دینا گوارا کی مگر اسامہ بن لادن کو کفار کے حوالے کرنا گوارا نہ کیا۔ جبکہ بہت سے نام نہاد اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے ڈر سے اپنے باشندوں کو ان کے حوالے کردیئے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

جن مسلمانوں نے افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا ان کے متعلق سعودی عرب کے ایک عالم نے کفر کا فتویٰ دیا۔ مگر بہرحال ان کا حشر تو امریکنوں اور دوسرے عیسائیوں کے ساتھ ہوگا۔ یوں ان کی بدبختی کا کیا ٹھکانہ ہے۔ پاکستان میں امریکی کاسہ لیسوں کے ایک محدود اور مخصوص گروہ نے ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگایا۔ حالانکہ حکمراں طبقے ہمیشہ علامہ اقبال کے گن گاتے اور ان کے اشعار گنگناتے ہیں۔

نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی　　تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

اور　ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے　　نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر

پاکستان کو عیسائیوں کے دباؤ میں آ کر اپنی افغان پالیسی یکسر تبدیل کرنے کا صلہ کیا ملا۔ ایک ارب ڈالر نقد اور ایک ارب ڈالر کے قرضے کی معافی

ع　قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

بلکہ　دینے فروختند و چہ ارزاں فروختند

امریکہ کی بیوفائی تو زبان زدِ عالم ہے ۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہمارا اسلحہ بھارت کو دیا۔ ۱۹۷۱ء میں اس کا بیڑا خلیج بنگال میں آتے آتے رہ گیا اور یہاں ملک کا بیڑا ایجی ٹولے نے غرق کر دیا۔ افغان جنگ میں اسلامی اخوت کی قربانی دے کر جو پاکستان نے ہر محاذ پر مغربی صلیبیوں کا ساتھ دیا تو اس کا صلہ یہ ملا کہ امریکہ میں محنت مزدوری کے لئے جانے والے پاکستانیوں کو طیارے بھر بھر کر ملک کو واپس بھیجا گیا۔ بعض کو پابہ جولاں بھی لایا گیا' پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف زہر افشانی شروع کی۔ شمالی کوریا کے ساتھ ایٹمی اور میزائیلوں کے تعاون کے افسانے تراشے گئے اور ہر وقت یہ لگتا تھا کہ اب اغیار کا رخ پاکستان کی طرف ہونے والا ہے۔ مگر صلیبیوں نے افغانستان سے کچھ فارغ ہونے کے بعد عربوں میں عسکری لحاظ سے مصر کے بعد مضبوط اور تیل کے لحاظ سے سعودی عرب کے بعد دوسرے متمول ملک عراق کا رخ کیا۔ دو ماہ تک خلیج عربی' خلیج فارس میں صلیبیوں کے بحری بیڑے' میزائل اور طیارے جمع ہوتے رہے۔ اور عرب و عجم تمام مسلم ممالک یہ تماشا دیکھتے رہے۔ ان سے یہ نہ ہو سکا کہ کمزور اور نام نہاد او آئی سی' مسلم امہ کمیشن' کو متحرک کر کے امریکہ کو زور دار الفاظ میں اسلامی ملک پر ہرگز حملہ نہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالتے۔ آخر وہی ہوا کہ جھوٹ موٹ کے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی آڑ میں امریکہ' اس کے پٹھو برطانیہ' دوسرے پٹھو آسٹریلیا اور دوسرے غیر اہم یورپی ممالک اسپین' پولینڈ وغیرہ کے لاؤ لشکر نے دجالی اتحاد کی صورت میں بیچارے عراق پر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو حملہ کیا اور اپنے شیطانی ذرائع ابلاغ میں دو تین دن میں اس پر قبضہ کرنے اور صدر صدام حسین کے مظالم سے بچانے کا پروپیگنڈا کیا۔ صدام میں بحیثیت انسان ہزار خرابیاں سہی مگر ایک مسلمان اور ایک عرب کی حیثیت

سے وہ کفر کے اس ریلے کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹ گیا اور اس کی فوجوں نے ایک ماہ تک دجال کے لشکر کا اس دلیری اور جانبازی سے مقابلہ کیا کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور چھٹی کا دودھ یاد آنے والا ہی تھا کہ وہی غداری کا آزمودہ نسخہ کام دے گیا۔ دو ہفتے کے بعد عراقی ری پبلکن گارڈز کا کمانڈر امریکیوں سے مل گیا۔ اور اپاچی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فرار ہوگیا۔ یوں عراقی دفاع اور مزاحمت کا ایک بڑا استون گر گیا۔

اتحادی صلیبیوں نے سات سو کروز میزائیل اور دس ہزار ہنڈ بم عراق پر برسائے۔ بصرہ میں خوراک کے ذخیرے کو جلایا۔ دس ہزار کے قریب عراقی شہری روز و شب کی مسلسل بمباری سے شہید ہوئے۔ کوئی سات ہزار عراقی فوجی گرفتار ہوئے۔ مگر عیسائیوں کے تقریباً ایک ہزار سپاہی واصل جہنم ہوئے۔ پچاس ٹینک' پندرہ طیارے اور بیس ہیلی کاپٹران کے عراقیوں نے تباہ کئے۔ دس سال تک مغرب کی پابندیوں میں جکڑے اور دس سال تک امریکی و برطانوی طیاروں کے حملوں کے تختہ مشق عراق کے لئے اس قدر بڑی صلیبی فوج جو تین لاکھ تھی کا مقابلہ کرنا معجزے سے کم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ غیور و صبور ہے۔ جو لوگ اس کی راہ میں کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کریں وہ لازماً ان کی مدد کرتا ہے۔ عراق نے مسلمانوں کا نام پھر اس گئے گزرے دور میں روشن کیا اور جب چوبیس دن کی لڑائی کے بعد صدر صدام اور اس کی حکومت پُر اسرار طور پر زیر زمین چلی گئی تو نصرانی افواج کو بغداد میں قدم دھرنے کا حوصلہ ہوا۔

اس سے پہلے ناویہ اور کربلا و نجف میں عراقیوں نے دشمن کا اس قدر زوردار مقابلہ کیا کہ فضائی چھتری نہ ہونے کے باوجود دشمن کے دانت کھٹے گئے اور وہ چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ عراق کے شیعوں نے امریکہ کی توقعات کے بالکل برعکس نہ صدام کے خلاف بغاوت کی نہ امریکیوں کو خوش آمدید کہا بلکہ اس سخت گھڑی میں دشمنوں پر وہ تابڑ توڑ حملے کئے کہ وہ تڑپ تڑپ کر رہ گیا اور آج تک وہ امریکیوں کے خلاف ہزاروں کی تعداد میں مظاہرے کر کر کے ان کے عراق سے نکلنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔

عراق پر قبضہ کرنے کا امریکہ کا بڑا مقصد عراقی تیل تک رسائی اور اپنے لاڈلے اسرائیل کو محفوظ بنانا ہے۔ تیسرا مقصد اپنی مخالفت ختم کرنا اور عظیم تر اسرائیل کے لئے راہ ہموار کرنا ہے جس میں عراق بتمام و کمال شامل ہے۔ شام' لبنان' صحرائے سینا اور اردن کے علاوہ اس میں تبوک تا مدینہ منورہ کا تمام علاقہ شامل ہے۔ شام کو عراقی جنگ کے فوراً بعد امریکی دھمکیاں اس پر دباؤ بڑھا کر اسرائیلی مقاصد کو پورا کرنا ہے۔ کیونکہ امریکہ عیسائی ہونے کے باوجود اپنے چالیس لاکھ یہودیوں کی بری طرح گرفت میں ہے۔

ع　　فرنگ کی رگ جان پنجہ یہود میں ہے

یہ تو روزانہ ہزاروں لاکھوں شیعہ سنی عراقیوں کے زوردار مظاہروں کا نتیجہ ہے کہ امریکہ کے ایوانوں میں کھلبلی پڑی ہوتی ہے۔ ورنہ وہ تو اسرائیل کے سب سے بڑے دشمن صدام حسین کو مٹا اور ہٹا کر عراقی تیل بھی اردن کی

راہ اسرائیل کو بذریعہ پائپ لائن پہنچانے پر تلا ہوا تھا اور احمد شبلی کو جو کہ امریکی مہرہ ہے اہل عراق نے مسترد کر کے حکومت کی باگ ڈور محب وطن عراقی قیادت کے سپرد کرنے کا واحد نعرہ اپنایا ہے۔ نیز عراقی شیعہ جو سنیوں سے تعداد میں ذرا زیادہ یعنی ۶۰ فیصد ہیں آج کل ایک ہی نعرہ لگا رہے ہیں کہ لاسنی لاشیعہ وحدہ اسلامیہ یعنی ہم میں نہ کوئی سنی ہے نہ شیعہ بلکہ سب مسلمان متحد ہیں۔ اس سے امریکہ کے استعماری اور متکبرانہ ارادوں پر اوس پڑتی ہے۔ شیعوں نے کہا کہ ہم نہ صدام کو چاہتے ہیں نہ امریکہ کو کیونکہ صدام نے عراقی شیعوں کو ہر طرح سے دبا رکھا تھا اور خود غیر مذہبی ہوتے ہوئے شیعوں کے مذہبی اجتماعات پر پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔

مگر صدام کی زندگی کا یہ پہلو قابل صد تحسین ہے کہ وہ کفر و استعمار کی اندھیری رات میں باطل کے سامنے ڈٹ گیا اور اقوام متحدہ کی جو کہ امریکہ کی ساختہ و پرداختہ ہے عالمی اسلحہ انسپکٹروں کے معائنے کے بہانے عراق کی جاسوسی کرنے اور اسے اپنے آخری الصمود میزائیلوں سے بھی محروم کرنے کے باوجود میدان میں خم ٹھونک کر آیا۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے امیر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

بغداد میں استعماری افواج کے داخلے کے بعد عراقی میوزیم میں بابل و نینوا کی قدیم ترین تہذیب کے نمائندہ عجائب گھر کی دن دہاڑے لوٹ سے پتہ چلا کہ امریکہ نہ صرف مسلمانوں کے دین کا دشمن ہے اور نہ صرف ان کے قدرتی وسائل کو لالچ کی نگاہوں سے دیکھتا ہے بلکہ مسلمانوں کی تہذیب (ان کے تمدن غرض ہر چیز کا دشمن ہے اور اسے عریانی، فحاشی، سنگدلی، نفسانفسی اور چھینا جھپٹی پر مبنی اپنی تہذیب پر فخر اور اکڑ ہے۔ مگر وہ صرف ایک زبان سمجھتا ہے اور وہ ہے طاقت کی زبان۔ جب چھپکلی کی طرح دبلا پتلا شمالی کوریا ایٹمی مسئلے پر امریکہ کے سامنے ڈٹ گیا تو امریکہ بھیگی بلی بن گیا اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگا کیونکہ شمالی کوریا مسلمان نہیں کمیونسٹ اور کمیونسٹ چین کا ہمسایہ تھا جسے امریکہ اپنا پاسنگ سمجھتا ہے اور وہ مسلم ملک نہیں تھا جس سے امریکہ سات ہزار میل دور بیٹھ کر جھوٹ موٹ کا خطرہ محسوس کر رہا ہو۔ صدام کی حکومت ختم کرنے پر ان تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا نام و نشان کیوں نہیں ملا جن کے خلاف امریکہ نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ اب کوئی اس فرعون و نمرود سے پوچھنے والا نہیں۔

اب معلوم ہوا کہ امریکہ جو کہ صلیبی عیسائی دنیا کا سب سے بڑا لیڈر اور عظیم فوجی، سائنسی اور تکنیکی قوت کا مالک ہے، صرف اور صرف اسلام اور جہاد کو اپنے لئے خطرہ محسوس کرتا ہے کیونکہ مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس تک ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں پر حکومت کی جو خلافت بنی امیہ، خلافت عباسیہ اور خلافت عثمانیہ ترکی تھی۔ (۷۰۰ء ـ ۱۹۱۷ء) اور عظیم فرزند اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے ایک سو سال کے قبضے کے بعد دوسری اور تیسری صلیبی جنگ کے بعد یورپ کی متحدہ عیسائی صلیبی قوتوں برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریا کو ۱۲۰۰ء میں بدترین

اور شرمناک ترین شکست سے دوچار کر کے قبلہ اول بیت المقدس کو ان سے آزاد کرایا تھا۔ یہاں تک کہ ساڑھے سات سو سال کے بعد اللہ کی مغضوب ومقہور اور ذلیل ترین قوم یہود نے برطانوی استعمار کی مدد اور امریکی استعمار کی پشت پناہی سے ۱۹۶۷ء میں ان پھر بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ جواب تک جاری ہے کیونکہ مسلمانوں مین اتحاد نہیں رہا تھا اور صرف جزیرۃ العرب وغیرہ میں آٹھ دس چھوٹی بڑی حکومتیں قائم تھیں جن کے شیوخ اور بادشاہ مغرب کے کاسہ لیس تھے۔ عیاش اور عصری علوم وفنون میں انتہائی پسماندہ تھے۔ اور اسلام کا یہ پیغام بھول گئے تھے کہ ''اللہ کی رسی (یعنی اسلام) کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو'' اور یہ بھول گئے تھے کہ ''تم ہی بالادست ہو گے بشرطیکہ تم صحیح مسلمان بنو''

تو اب تمام ملت اسلامیہ کے لئے یہ لمحہ فکریہ آ گیا ہے کہ وہ کفار یعنی یہود ونصاریٰ کے تجاوز اور چیرہ دستیوں سے اپنے آپ کو کیسے بچائیں اس کا واحد حل اور جواب تمام اسلامی ملکوں کا موثر اور قریبی اتحاد ہے۔ او آئی سی کو فعال اور موثر بنا کر اسے اسلامی دولت مشترکہ یا مسلم اقوام متحدہ کی صورت دی جاسکتی ہے' ویسے بھی تو نیویارک میں قائم اقوام متحدہ' ویٹو پاور رکھنے والے پانچ ممالک امریکہ' برطانیہ' فرانس' روس اور چین کے ہاتھوں یرغمال بنی ہوتی ہے اور گزشتہ چند سالوں سے امریکہ کے اسے نظر انداز کئے جانے اور اب عراق پر حملہ کرتے ہوئے بالکل نظر انداز کر کے اس کا جنازہ نکال دیا ہے۔

دنیا کے ۶۱ یا ۶۰ مسلمان ممالک کی مجموعی آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے جو کمیونسٹوں اور عیسائیت کے بعد دنیا کا تیسرا بڑا مذہب ہے اور عنقریب اسلام کے پیروکاروں کی تعداد دوسرے نمبر پر آ جائے گی۔ اگر یہ سب اسلامی ممالک' پانچ پانچ اور دس دس ہزار کی فوج اپنی افواج میں سے چھانٹ کر رکھیں اور اسے ٹینکوں' ہوائی جہازوں اور راکٹوں سے ہی مسلح کر دیں تو یہ پانچ چھ لاکھ اسلامی عظیم فوج تمام مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرے گی۔ جوں ہی کسی ایک اسلامی ملک پر کفار کا حملہ ہو یہ سریع الحرکت فوج حرکت میں آ جائے گی۔ جب مختلف نسلوں اور رنگوں پر مشتمل یہ عظیم فوج حرکت میں آئی گی تو دشمنوں کے چھکے اور پسینے چھوٹ جائیں گے۔ اور امریکہ یا کسی اور کو پسپائی کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ اللہ کی مدد جماعت یعنی اتحاد کو حاصل ہوتی ہے۔

جہاد جو اسلام کا چھٹا رکن ہے' قیامت تک جاری رہے گا' اسلام کے مطابق دنیا کے کسی نہ کسی کونے میں ہمیشہ جہاد جاری رہنا چاہیے۔ اگر گزشتہ پانچ صدیوں میں مسلمان اس اصول پر عمل کرتے تو آج یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا کہ کفار سے لڑنا تو کجا اپنے گھروں میں کفار کی یلغار سے محفوظ نہیں ہیں۔ اسلام تو قیامت تک رہے گا' مسلمان اگر اسلام کے زریں اصولوں پر عمل نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ کسی اور کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے اٹھائے گا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ خوب اسلحہ جمع کریں' ہر فرد فوجی ٹریننگ حاصل کرے' ہر مسلمان مرد اسلحہ رکھے' جب کفار بلاد اسلامی پر عام

یلغار کریں جیسا کہ افغانستان اور عراق میں ہوا تو سب مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر ہی اس میں حصہ لے سکتی ہے۔ جس مسلمان نے نہ تو جہاد کیا اور نہ اس کی آرزو دل میں پائی اور مرا تو وہ گویا ایک طرح کا منافق ہو کر مرا۔ جہاد جان اور مال دونوں سے ہوتا ہے۔ قلم اور زبان سے جہاد یعنی باطل کے خلاف اور حق کی حمایت میں بولنا اور لکھنا بھی جہاد ہے۔ خود اگر کسی کمزوری یا بیماری یا بزدلی کی وجہ سے مسلمان میدان جنگ میں نہ جا سکے تو غازیوں اور شہیدوں کے پسماندگان کی خبر گیری کرے۔ مجاہدین کو چندہ دے' اسلحہ مہیا کرے اور سب سے ضروری یہ ہے کہ ہر مسلمان انفرادی طور پر اپنے اعمال بد سے توبہ کرے اور تقویٰ شعاری اختیار کرے۔ پانچ نمازیں باجماعت پڑھے' زکوٰۃ پابندی سے ادا کرے۔ رمضان کے روزے رکھے اور اگر استطاعت ہے تو زندگی میں ایک مرتبہ ضرور اپنی حلال کمائی کو کام میں لا کر حج بیت اللہ شریف و زیارت روضہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جائے۔ تب خدائے پاک کی نصرت نازل ہوگی۔ جو مسلمان حکمران جہاد تو نہیں کرتے بلکہ الٹا مسلمانوں کو جانی اور مالی جہاد سے روکتے ہیں تو وہ آخرت میں کیا امید رکھتے ہیں۔ یہ تو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانے والی بات ہوئی۔

ہر مسلمان کو دوسرے سے محبت اور ہمدردی ہونی چاہیے۔ اسلامی اخوت ہر دوسرے رشتے پر غالب ہو۔

ع　　اخوت کی جہانگیری محبت کی جہانداری

کیونکہ مسلمانوں کی مثال تو جسدِ واحد کی ہے کہ ایک حصہ جسم میں درد ہو تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

جس طرح سقوط غرناطہ ۱۴۹۲ء سے پہلے عرب مسلمان سپین میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا کر ایک دوسرے کے خلاف دشمن دین پرتگالی اور ہسپانوی عیسائیوں کی مدد کرتے تھے اسی طرح سقوط ڈھاکہ ۱۹۷۱ء کے وقت بھی مشرقی اور مغربی پاکستان ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے تھے۔ پھر وہی ہوا جو تاریخ کا فیصلہ تھا۔ یعنی ذلت' رسوائی اور پسپائی۔ اور اللہ جل شانہ' ایام یعنی تاریخ کو مختلف لوگوں کے درمیان پھرا تا رہتا ہے تاکہ وہ تفکر سے کام لیں' اب کے قطر' عمان اور متحدہ امارت نے غداری کی تاریخ دہراتے ہوئے امریکہ کو ہوائی اڈے دیئے تاکہ عراقی مسلمانوں پر آگ اور آہن کی بارش برسائی جائے۔　ع　کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں!

آفریں ہو ترک سادہ دل اور بہادر پر کہ ترکی نے امریکہ کی پندرہ ارب ڈالر کی پیشکش کے باوجود اپنے ہمسایہ اور برادر اسلامی ملک عراق کے خلاف اڈے نہیں دیئے' سعودی عرب نے بھی بڑے دل گردے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا ہوائی اڈہ امریکیوں کو استعمال کرنے نہیں دیا۔ چنانچہ اب امریکی فوج تبوک سے جانے کے پر تول رہی ہے

ع　　مجھ پہ احسان جو نہ کرتے تو یہ احسان ہوتا

اب اسامہ بن لادن افغانستان کے کسی گوشے میں مخفی بہت خوش ہوں گے کہ بالآخر یہود و نصاریٰ کی فوج ان کے وطن دیار حرمین سے واپس جارہی ہے' اللہ نے اپنے پیارے بندے کی آرزو پوری کرلی۔ سعودی حکومت نے امریکیوں کی خوشنودی کے لئے کیا نہیں کیا۔ اسامہ بن لادن کی شہریت منسوخ کی۔ امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو مسمار کرنے والی سعودی نژاد مجاہدین اور پائلٹوں سے بریت کا اظہار کیا اور نام نہاد عالمی دہشت گردی کے خلاف جو امریکی نقطہ نظر سے مسلمانوں کی بیداری اور اسلامی جہاد سے عبارت ہے۔ امریکہ کی ہر طرح سے ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ حالانکہ قرآن پکار پکار کر کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی تمہارے دوست نہیں ہوسکتے۔

صد حیف ان اسلامی حکمرانوں پر ہے جو امریکہ یعنی نصاریٰ کی دوستی پر فخر کرتے ہیں' مسلمان ملکوں سے تجارت نہیں کرتے' امریکہ اور یورپ اور مشرک جاپان و ہندوستان سے کرتے ہیں۔ اللہ نے تیل اور گیس کے علاوہ اسلامی دنیا کو ہر قسم کے قدرتی وسائل بخش رکھے ہیں' یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ عرب ممالک' تیل صاف کرنے والی کمپنیاں سب کی سب امریکی ہیں۔ کیا ہم اپنے تیل کو اپنے قبضے میں نہیں لے سکتے' امریکہ نے اوپیک کی تنظیم کے ذریعے مسلمانوں کے تیل کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ اور ملٹی نیشنل یعنی عیسائی اور یہودی کمپنیاں تمام دنیا اور عالم اسلام کا خون چوس رہی ہیں ۔

ع خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

جب شام و مصر اور اسرائیل کی ۱۹۷۳ء کی جنگ میں عظیم سعودی عرب مجاہد بادشاہ' شاہ فیصل نے تیل کا ہتھیار استعمال کیا تو مغرب کے بڑے بڑے سائیکلوں پر سوار ہونے لگے تھے۔ آخر مرحوم شاہ کو اپنے بھتیجے کے ذریعے عید کے دن عیسائیوں نے شہید کروایا۔ اور پاکستان کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو عبدالقدیر خان کے ذریعے ایٹم بم بنانے کی کوشش کے باعث اپنے ہی کمانڈر ران چیف سے پھانسی پر چڑھوایا۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ویسے بھی امام مہدی علیہ السلام کے ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں کتنے دن رہ گئے ہیں۔ صرف شام پر عیسائیوں یعنی امریکہ کے قبضے اور روم یعنی ترکی کے بادشاہ یعنی پکے مسلمان طیب اردگان کے ترک فوج یا کسی اور کے ہاتھوں مارے جانے کی دیر ہے' تو قیامت کی بڑی علامات ظاہر ہو جائیں گی اور سب سے بڑا فریب کار اور دھوکے باز یہودی دجال بھی ظاہر ہوگا جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے' یہودیوں کے امام دجال کی پیشانی پر ک۔ف۔ر یعنی کفر لکھا ہوگا۔ مسلمانوں کے لئے توبہ کرنے اور مستعد ہونے کا وقت آن پہنچا ہے۔

ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی

آزمائش شرط ہے

اشرف المخلوقات:

کائنات کی ہر چیز میں اس کی تخلیق کے ساتھ ساتھ خالق کائنات نے ہدایت اور راہنمائی رکھ دی ہے۔ جس کے بہت سارے درجات ہیں۔ جس میں جمادات ونباتات تو قانونِ قدرت کے مکمل پابند ہیں۔ ان میں ارادے اور اختیار کا کوئی شائبہ بھی موجود نہیں، مگر حیوانات میں خود اختیاری حرکات کا سرزد ہو جانا حیوان اور حیوان ناطق کے بس میں ہوتا ہے۔ یہ سب حرکات ان کی جبلت (Instincts) میں داخل ہیں اور ان کے تابع فرمان یا ان کی خواہشات کے تابع ہوتی ہیں۔ انسان میں ارادہ اور اختیار کی آزادی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اور اس ہی ارادے اور اختیار کا شرف انسان کو بلند و برتر کر دیتا ہے۔ اس ہی لئے یہ انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اگر انسان میں یہ جبلت نہ ہو تو اس کو اشرف المخلوقات کہلوانے کا کوئی جواز نہیں۔

اس اشرف المخلوقات میں یہ خوبی شرافت وکرامت اور فوز وفلاح کی بنیاد ہے کہ انسان سرتابی اور سرکشی کا اختیار رکھتے ہوئے بھی اپنے خالق کی اطاعت وتابعداری کرتا رہے۔ بدی کی استعداد (Power) رکھتے ہوئے بھی نیکی اور پارسائی کی راہ اختیار کرے۔ انتقام پر قادر ہوتے ہوئے بھی عفو ودرگزر سے کام لے۔ اپنے جبلی اختیارات، ارادے منصوبوں پر گرفت رکھنے کے باوجود شرافت اور انسانیت سے کام لے۔ اگر انسان کو فطرت کی طرف سے جمادات کی مانند پابند کر دیا جاتا اور اختیارات کی طاقت نہ عطا کی گئی ہوتی اور مجبور محض ہوتا یا جبلی طور پر پابند ہوتا تو نیکی، شرافت، دیانت، اطاعت کا مجسمہ بن جاتا۔ پھر نہ اس کے حساب کتاب لکھنے کے لئے فرشتوں کو اس کے کندھوں پر بٹھانے کی ضرورت ہوتی نہ روز محشر حساب وکتاب پیش کرنے کی، نہ سزا وجزا کی، بس سب کے سب جنت میں مزے کرتے۔

انسان اور دیگر حیوانات کی تخلیق میں ایک بنیادی فرق اور ہے۔ دنیا کے ہر حیوان نے جو کچھ بننا ہوتا ہے خود بن جاتا ہے، فطرت نے اس کے اندر جو کچھ بننے کے امکانات رکھے ہیں وہ خود بخود تکمیل کو پہنچ کر اس کو اپنی نوع کا مکمل فرد بنا دیتے ہیں۔ شیر کا بچہ شیر بن جاتا ہے اور بکری کا بچہ بکری بن جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ شیر کا بچہ گھاس کھائے اور بکری کا بچہ گوشت۔ یہ کام ان کی صوابدید پر نہیں ہوتا بلکہ قدرت نے ان کی فطرت ایسی ہی بنائی ہے۔ اس کے برعکس انسان کے بچہ میں قدرت نے جو مضمر صلاحیتیں رکھی ہیں۔ وہ دیگر حیوانات میں نہیں ملتیں۔ اس کے طبعی وحیوانی صلاحیتیں دیگر بہت مختلف ہیں۔ یعنی دیگر حیوانات کی طرف از خود نشوونما پا کر انسان تو بن جاتا ہے مگر طبعی صلاحیتوں کے

لئے مناسب تعلیم وتربیت کی ضرورت پڑتی ہے جو اسے معاشرے اور ماحول کے مطابق ملتی ہیں اور وہ ان سے بہرہ ور ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حیوانات کے جبلی حرکات کے برخلاف انسان میں اختیار وارادے کے ساتھ ضمیر اور عقل کی صلاحیت ودیعت کردی ہے۔ان میں سے ضمیر تو انسان کو اچھے اور برے کی تمیز سکھاتا ہے اور ہمیشہ نیکی کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔مگر کوئی بدفطرت انسان اگر ہمیشہ اپنے ضمیر کی آواز کو دباتا رہے اور اس کی بات نہ سنے تو ضمیر پھر مردہ ہوجاتا ہے اور ترغیب کم یا بند کردیتا ہے۔لیکن عقل اکثر وبیشتر مفادِ خویش یعنی ''یہ کام کیوں کروں؟ اس میں میرا کیا فائدہ ہے؟ وہ کروں جس میں فائدہ زیادہ ہو نقصان نہ ہو'' کی جانب کھینچ کر لے جاتی ہے۔ان دونوں رجحانات میں توازن پیدا کرنے کے لئے اور انسان کی راہنمائی کے لئے انسانوں میں ہی اسے ایسے نیک بندوں کا انتخاب کیا جو سیرت وکردار اور اخلاق واطوار کے اعتبار سے ہم سے ہزاروں درجہ بلند وبالا' بے داغ اور ہر شک وشبہ سے بالاتر تھے۔ان پر وحی کے ذریعے اپنا پیغام ہدایت نازل فرماتے رہے۔جنہیں انبیاء علیہم السلام کہا جاتا ہے جن لوگوں نے ان کی بات مان لی وہ لوگ اچھے انسان یا اہل ایمان کہلائے۔

ایمان:

ایمان بالغیب ہی اسلام کی مسلمہ اساس ہے۔ایمان ویقین ہی زندگی کی مشین کو صحیح رخ پر متحرک رکھتا ہے۔ ایمان یقیناً انسان کو تخریبی کارگزاریوں سے روکتا ہے اور تعمیری کاموں کی جانب گامزن کرتا ہے' عقیدہ اور ایمان خارجی قانون کے بغیر بھی نتیجہ خیز ہوتا ہے۔سوچئے ذرا کیا ہم واقعی خالق کائنات کے قانون مکافات کو مانتے ہیں؟ اگر مانتے ہیں تو وہاں کام کیوں کرتے ہیں جس سے ہمارے خالق نے واضح طور پر روک دیا ہے۔

کائنات کی بناوٹ ہی کچھ ایسی ہے کہ انسان کی تمام مساعی اور جدوجہد اگر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ قوانین کے مطابق ہوں تو نتائج خودبخود برآمد ہوتے چلے جاتے ہیں۔اس میں کسی رنگ وروپ' کالے گورے' مومن وفاسق کے درمیان کوئی فرق نہ ہوگا' بلکہ ہر کام کے لئے معین طبعی قوانین کے مطابق اگر کام کیا جائے تو نتیجہ اخذ کرنے والے کی سعی ومحنت کے مطابق برآمد ہوگا: اگر ان قواعد وضوابط کے مطابق عمل نہ ہو تو فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ مطلوبہ نتائج برآمد نہ ہوں کیونکہ کائنات میں اللہ تعالیٰ نے جو قوانین طبعی نافذ کرتے ہیں ان کے مطابق ہی ہر عمل کا نتیجہ برآمد ہوگا۔کسی سائنس دان نے اپنے علم ومشقت سے ریل گاڑی کا انجن بنایا تو وہ ضرور چلے گا۔یہاں یہ نہ سوچئے کہ یہ انجن ایک مسلمان نے بنایا یا کافر نے۔خلاباز اپنے تمام سائنسی علوم کو بروئے کار لاکر آسمان میں جارہے ہیں۔اب خلاباز کافر ہیں یا مومن اس سے فرق نہیں پڑتا۔اگر اپنے علم سے کافر مستفیض ہوتا ہے تو مومن کیوں نہیں علم حاصل کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اس سلسلے میں فرمادیا ہے۔

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی حالت نہیں بدلی۔ جب تک (اس قوم کے) لوگ خود اپنے اندر (کی حالت) نہیں بدلتے‘‘ (الرعد:۱۱)

یہاں یہ قانون بیان کیا جاتا ہے کہ حق تو عدل مطلق ہے جو محنت کرے گا وہ پاوے گا۔ یہاں اس تغیر کی نسبت فاعلی قوم کی طرف اشارہ کر کے فرما دیا ہے کہ یہ تبدیلیاں (سائنسی ترقی، علوم جدید وغیرہ) کسی قوم کے اپنے قصد، محنت کے اختیار سے ہوتی ہیں۔ مگر آگے چل کر اسی آیت میں صاف کہہ دیا:

’’جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالنے سے نہیں ٹل سکتی۔ نہ اللہ کے مقابلہ میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔‘‘

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تمدنی و معاشرتی قانون کے مطابق صحیح طریقہ اختیار کر کے ہر وہ قوم ترقی کر لیتی ہے جو استقلال، پامردی، اور نظم وضبط کے ساتھ اپنا عمل جاری رکھتی ہے۔ مسلمانوں نے صحیح عمل پوری سچائی، دیانت داری کے ساتھ اختیار کیا اور قانون کی حکومت قائم کی تو صدیوں تک عزت و وقار کے ساتھ خطہ ارضی پر حکمرانی کرتے رہے۔ مگر جب ان کے کردار، اخلاق، جدوجہد میں کمزوریاں، تبدیلیاں پیدا ہو گئیں تو ان سے بہتر کردار و اخلاق کی حامل قوتیں ان پر غالب ہوتی چلی گئیں۔ حتیٰ کہ انگریز سات سمندر پار سے آ کر ان پر حکمران ہو گئے۔ یہ لوگ اپنے قانون، علم و محنت میں مخلص تھے۔ عدل وانصاف کی صلاحیتیں ان میں موجود تھیں۔ وہ انفرادی طور پر سیرت اور اچھے اوصاف کے مالک تھے اور معاملات کی صفائی ان کا شعار تھا، اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ طبعی اور معاشرتی قوانین سے مقررہ نتائج بغیر ایمان کے بھی پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نافذ کردہ قوانین طبعی کے مطابق انسان کی تمام مساعی کے نتائج خود بخود اس کے بموجب برآمد ہو جاتے ہیں۔ ان قوانین طبعی اور ان کے نتائج میں تغیر و تبدل کا گزر تک نہیں ہوتا۔ گلاب کا پودا لگائیں گے تو گلاب کا پھول نکلے گا، گوبھی کا پھول نہیں نکلتا۔ یہ پودا چاہے مومن لگاتا ہے یا مشرک اس سے فرق نہیں پڑتا۔

اگر انسان پر حیوانیت غالب آ جائے تو وہ کتنا بھی ایمان رکھتا ہو۔ زبان سے اقرار بہانگ دہل کرتا ہو مگر اپنے علم کو تخریبی وسائل کے حوالے کر دیتا ہے اور معاشرے کو ان کارروائیوں سے تہس نہس کر دیتا ہے تو یہ اس کی اپنی استطاعت کی وجہ ہوتی ہے۔ اس میں اپنی قوت ارادی شامل ہوتی ہے اللہ کی مرضی نہیں۔

ایمان کے اصل اصول بیان کرتے وقت قرآن اکثر اعمال صالحہ کو ان کے ساتھ ملا کر بیان کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کا محض لفظی اقرار یا مبہم ذہنی تصور کافی نہیں ہے۔ تو ایسا ایمان جس سے اعمال صالحہ صورت پذیر نہ ہوں اور اس میں عمل کے لئے قوی محرک بننے کی صلاحیت موجود نہ ہو تو محض یہ ایک قسم کی رائے بن کر رہ جاتا ہے۔ بات یوں سمجھ لیں کہ اللہ کا وجود ہم سے قریب تر ہے یہ اس تصور سے پیدا ہوتا ہے کہ عبادت اللہ تک رسائی کا حقیقی و موثر ذریعہ

ہے۔ اللہ اور انسان کا تعلق یک طرفہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک باہمی ارتباط ہے۔ ایمان و اعتقاد قلب میں داخل ہو کر زندگی کو اندر ڈھالنا شروع کر دے گا۔ اگر ایسا نہیں تو آپ کے اعتقاد و ایمان ضعیف ہیں آپ پر ہنوز بے اعتقادی کا غلبہ ہے۔ باطنی اعتقاد کے بغیر ظاہری پابندی کم قدر و قیمت رکھتی ہے۔

ایمان اور اسلام:

اسلام اللہ پر ایمان کو مذہب کا حقیقی جز ولاینفک قرار دے کر اس کو پھیلا دیتا ہے اور ان لازمی نتائج کو اس سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اللہ پر ایمان سے حیات بعد الممات اور اعتقاد بالغیب کو مضبوط کر دیتا ہے۔ ایمان بالغیب کو ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھیں تو اسلام اور ایمان کے مابین ربط' علت و معلول یک ہی نوعیت کی ملے گی۔ بس یوں سمجھ لیں اگر ایمان سرسری طرز کا ہوگا تو اسلام بھی سطحی ہوگا۔ ایمان صرف زبانی قول و قرار تک ہے تو اللہ کی تابعداری بھی زبانی کلامی ہوگی۔ اگر ایمان پختہ ہے تو اسلام بھی حقیقی اور واقعی ہوگا۔ ایمان اور اسلام کے مابین ربط و تعلق کو بعض دوسرے ارباب علم و دانش نے مثالیں دے کر واضح کرنے کی دلنشین کوششیں کی ہیں۔

مثلاً اسلام کے نظام کو اگر ایک عمارت سے تشبیہ دی جائے تو ایمان اس عمارت کی بنیاد ہے یوں کہہ لیں کہ پائیدار اور مضبوط عمارت وہ ہی ہوتی ہے جسکی بنیاد ٹھوس اور پختہ ہو۔ اسی طرح مضبوط ایمان کی بنیاد پر ہی اسلام کی عمارت قائم کی جا سکتی ہے۔ یہ ہماری بڑی کمزوری ہے کہ ایمان کو پختہ کئے بغیر اسلامی احکام کی بجا آوری کی امید رکھتے ہیں

یہ ہماری بڑی کوتاہی ہے کہ کمزور ایمان کو پختہ کئے بغیر اسلامی احکام کی بجا آوری کی امید رکھتے ہیں۔ یہی مفاد عاجلہ یعنی دینوی زندگی کے عارضی اور ادنیٰ مفاد کی خاطر اپنی نسل کو وہ تعلیم دلائی جاتی ہے۔ جو بالآخر دیر یا بدیر رنگینیوں' دلفریبیوں میں مبتلا کر کے رکھ دے گی۔ کیوں؟ خوب سمجھ کر پڑھیے۔

اس مادہ پرستی کے دور میں اور خیر سے ''میڈیا'' کے ماحول میں نئی نسل کو ویسے ہی اسلام کے تقاضوں سے دور کر دیا اور ہمارے دشمن بھی یہی چاہتے ہیں۔ کیونکہ پرانی نسل میں اب بھی کچھ صاحب ایمان موجود ہیں اس لئے ان کے وسیع الدشمنی اسلام کے پروگرام میں نئی نسل کو بے دین بنانے کی اسکیم مکمل طور پر اس طرح غالب آ رہی ہے کہ کچھ ''میڈیا'' سے نسل کو گمراہ کریں اور کچھ انگریزی تعلیم کے مروج طریقوں سے۔ 'اولیول' اور 'اے لیول' کی اسکیموں سے نئی نسل میں اسلام کی بابت سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں مزید محدود اور مفقود ہو کر رہ جائیں۔ ہماری دینوی محرومیاں بڑھتی چلی جائیں گی۔ ہم نئی نسل سے مذہب کے معاملے میں صاف اور کھلی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ نسل دین سے کھلم کھلا سرکش اور باغی ہو کر نہ رہ جائے۔ موجودہ تعلیم پانے والے کے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ وہ یہ بات پڑھنے اور سوچنے کے لئے وقت نکالے۔

ستم بالائے ستم انگریزی سکول میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بجائے بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ جب کوئی کام

شروع کرو تو کہا کرو: "Begin with the Name of God, Beneficient & Mercifull "

لیجئے صاحب پڑھانے والے سچے بن گئے کہ ہم اسلام کی تعلیم بھی دیتے ہیں اور بچوں کو کہتے کہ کام شروع کرنے سے پہلے یہ پڑھا کرو۔ اب ان سے کوئی پوچھے عیسائی' یہودی' ہندو سب اپنے خدا کو God ہی کہتے ہیں اور اسی طرح کہتے ہیں۔ آپ کے مذہب اور ان کے مذہب میں کتنا فرق رہ گیا۔

آفاق و انفس:

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے آفاق و انفس (یعنی ہمارے اندر کے باہر کی ساری کائنات) کے مطالعہ پر زور دیا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس طرح لگائیں کہ قرآن کریم میں صرف آفاق کے مشاہدے کے ضمن میں کم و بیش سات سو آیات نازل ہوئیں اور بے شمار نفسیاتی حقائق سے استشہاد کیا۔ یہ قرآن کا ہی انداز و اسلوب ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں آفاق و انفس کے تمام گوشوں اور پہلوؤں سے متعلق سائنس کے جملہ شعبوں کے ذخیرہ کو معلومات سے بھر دیا اور فی الجملہ قافلہ انسانیت کو جہالت اور توہمات کی تاریکیوں سے نکال کر مشاہدہ و تجربہ' تحقیق و تفتیش اور ایجاد و اختراع کی شاہراہ پر ڈال دیا۔ چنانچہ یہ مسلمہ امر ہے کہ یورپ و امریکہ میں احیائے تعلیم کی پوری تحریک عربوں کی گود میں پلی بڑھی جس نے انہیں جدید سائنس اور ٹیکنالوجی تک پہنچا دیا۔

زمانے بدل گئے' مسلمانوں نے آفاق و انفس کی جانب سے نگاہیں بند کرلیں۔ نتیجہ ایمان محض ایک متوارث نظریے اور ماوراء عقل عقیدے کی صورت اختیار کر گیا اور اسلام نے چند بے روح رسوم کی شکل اختیار کرلیں اور ہماری نسل نو پھر ان کی طرف نگاہیں اٹھانے لگی جنہوں نے اسلام کی پختہ اساس اور محکم بنیاد میں سوراخ کر کے رکھ دیئے تھے۔ اسلام کی پیش کردہ تعلیمات خدا پرستی کو عملاً جانچا جا چکا ہے۔ اور یہ پایا گیا ہے کہ یہ حیات و علم کی مدد و معاون ہیں۔ اسلام نے انسانیت کی جو زبردست خدمت کی وہ اللہ تعالیٰ کی رفعت' شان اور لطافت بیان سے نمایاں ہوتی ہے۔ اسلام نے اس امر کی جدوجہد کی کہ انسانیت کو ایک طرف باطل خداؤں کی کثرت سے نجات دے دوسری طرف اوتار پرستی سے آزاد کرے تاکہ انسان ان دیکھے اللہ کی طرف رجوع ہو سکے۔ قرآن میں دیکھئے:

(ترجمہ) ''وہ تمہیں دیکھتا ہے لیکن تمہاری آنکھیں اس کی دید سے قاصر ہیں۔'' (الانعام۔۱۰۳)

اسلام کا موقف صرف یہ ہے کہ: ''اللہ کی ذات حق ہے' وہ صداقت کی تخلیق کرتا ہے۔ وہ کسی چیز کو پیدا کرتا ہے پھر اس کو حسن و خوبی بخشتا ہے۔'' (السجدہ۔۷)

اللہ سے ڈرو: اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کے لئے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات درست اور صحیح ہے اور وہ یہ کہ انسان جل شانہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے۔ اس کی اطاعت و بندگی کے خود نئے طریقے ایجاد نہ کرے۔ قرآن فرماتا ہے:

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بے دیکھے ہوئے ان کے لئے معافیاں اور بخششیں اور اجر عظیم ہے" (الملک۔۱۳)

یہ خشیت الٰہی ہی تو ہے جو انہیں ایمان و اطاعت کی طرف لاتی ہے۔ایمان لانے کے لئے قرآن میں غیب پر ایمان لانے کی شرط رکھی ہے۔غیب سے مراد وہ حقیقتیں ہیں جو انسان کے حواس سے پوشیدہ ہیں اور براہ راست عام انسان کے تجربے اور مشاہدے میں نہیں آسکتیں۔مثلاً اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات' صفات ملائکہ' جنت و دوزخ' یوم الحساب' ان حقیقتوں کو بغیر دیکھے مان لینا ایمان بالغیب کہلاتا ہے۔جو شخص ان غیر محسوس حقیقتوں کو ماننے سے انکار کرے اس کا ایمان درست نہیں یا یوں شرط رکھے کہ وہ ایسی چیز ماننے کو تیار نہیں۔جو عقل سے ماورا ہو جو کمپیوٹر نہ بتائے' وہ ایماندار نہیں کہلایا جاسکتا۔

اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی یعنی وہ اللہ جو کائنات کی تمام حقیقتوں کا براہ راست علم رکھتا ہے جو تمام موجودات کو بے حجاب دیکھتا ہے۔جس کی نگاہ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔یہ اس کی شہادت ہے' اس سے بڑھ کر اور معتبر شہادت نہیں مل سکتی کہ اس کائنات اور تمام عالم وجود میں بس کی اپنی ذات کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو خدا کی صفات سے متصف ہو۔اللہ فرماتا ہے:

"جو لوگ اللہ کے احکام کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اسکے پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو خلق خدا میں عدل کا حکم دیتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خبر دی جائے یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت دونوں ضائع ہو گئے ان کا اب کوئی مددگار نہیں ہوگا۔" (العمران۔۲۲۔۲۱)

یہ طنزیہ انداز بیان بتاتا ہے کہ جن کرتوتوں پر آج تم خوش ہو رہے ہو اور سوچ رہے ہو کہ ہم خوب عیش کرتے ہیں۔تمہارے پوشیدہ اعمال بھی جو تم ظاہر نہیں کرتے ہو جانتے ہیں اور ہم تمام معاملات دیکھ رہے ہیں۔بات یہ ہے کہ یہ ایک نظریاتی امر ہے کہ جب انسان ایک طرف تو اللہ کو نہ ماننے والوں کے کرتوت دیکھتا ہے کہ دنیا میں کس قدر پھل پھول رہے ہیں اور دوسری طرف پڑھتا ہے قرآن میں:

"میں جس کو چاہوں حکومت دوں' جس کو چاہوں نہ دوں۔جسے چاہوں عزت دوں جسے چاہوں ذلیل کروں اور جس کو چاہوں بے حساب رزق دوں" (العمران۔۲۶)

تو کمزور ایمان والے یہ سوچتے ہیں کہ جب اللہ میاں حکومت' عزت' ذلت' رزق اپنی مرضی سے ہی دے دیتا ہے اور ایمان نہ لانے والوں کو بھی فی زمانہ عزت اور دولت و حکومت کے بام عروج پر بٹھا رکھا ہے۔تو اسکی اطاعت' عبادت' تابعداری کا فائدہ کیا بنے گا۔اس سے بہتر جو عیش' آرام یہاں جس طرح بھی دولت حاصل کر کے مہیا ہو سکے کر لیا جائے۔"عاقبت کی خبر خدا جانے" یہ اوہام' یہ دل شکنی انسانی فطرت کے مقتضی ہے اور اس طرح اس کے دل میں

عجیب حسرت آمیز استفہام گردش کرتے رہتے ہیں۔

اللہ کی حاکمیت مان لینے کے بعد بس یہ نہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں وہ مالک ہے خالق ہے کہہ کر چپ کر کے بیٹھ جائیں بلکہ اس کے ارشادات پر عملی اطاعت' ایمان لانے کے بعد اس پر عمل ایمان کا جز و لاینفک ہے۔ عملی اطاعت کی اولین شرط اور دائمی علامت نماز ہے۔ آپ کے کانوں میں مؤذن کی آواز آتی ہے ''آؤ نماز کی طرف'' ...... ''آجاؤ بھلائی کی طرف''...... بازار میں نظر دوڑائیں کتنے لوگ جاتے ہیں نماز کی طرف۔ بس فیصلہ آپ خود کر لیں۔

حضرت دَرداؓ مدینہ منورہ میں لوہار تھے۔ گیس تو تھی نہیں' لکڑیاں جلا کر لوہا سرخ کیا جاتا تھا۔ جس کو آپ کوٹ کر سامان بناتے تھے۔ لکڑی جلانے سے مشقت کے بعد لوہا سرخ ہوتا تھا۔ ایک دن گھنٹوں کی محنت کے بعد لوہے کو سرخ کیا۔ کوٹنے کے لئے ہتھوڑا اٹھایا ہی تھا کہ اذان کان میں آئی۔ آپؓ نے ہتھوڑا پھینک دیا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ وہ ہتھوڑے مار کر اسے سیدھا کر لیتے۔ اب لوہا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ پھر سرخ کرنا مشکل ہوگا۔ آپؓ نے فرمایا کہ: ''میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ مؤذن کی آواز آنے کے بعد نماز کی طرف دوڑو۔ اذان کی آواز آنے کے بعد سب کام حرام ہیں۔ نماز کے بعد پھر کام میں لگ جاؤ''

انسان مؤذن کی آواز پر جب لبیک کہتا ہے اسی وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والا اطاعت کے لے تیار ہے یا نہیں۔ ترک نماز در اصل ترک اطاعت ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اس ہدایت پر کاربند ہونے کے لئے تیار نہیں وہ اطاعت گزار کیسے بنا۔ اس کے لئے ہدایت پانا نہ پانا یکساں ہے۔

آزمائش شرط ہے:

آپ کو خوب تجربہ ہے کہ آپ نے ایک سال بڑی محنت کی۔ دسویں کلاس میں ٹیوشن بھی رکھی۔ رات بھر جاگ کر سائنس کے سوال رٹتے رہے۔ امتحان کا خوف تھا۔ یہ امتحان کی آزمائش تھی۔ جب تک امتحان سے نہیں گزرے کامیاب نہیں ہوئے۔ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ اگر ہیں تو سوچئے اس اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرنے کیلئے کن کن آزمائشوں سے گزرے تب جا کر اپنے سینہ پر کانووکیشن سے سند حاصل کر کے سجائی۔

بس سمجھ لیں اس رہتی سہتی دنیا میں آپ نے سچ مچ اچھے کام کئے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ تمام ارکان حسب توفیق ادا کرتے رہے مگر اللہ کی مرضی یہی ہے کہ آپ سب آزمائشوں سے گزریں۔ ان آزمائشوں سے گزرتے وقت آپ صبر کا دامن نہ چھوڑیں۔ اللہ سے خیر و عافیت کے طلبگار رہیں' اپنی اطاعت و فرمانبرداری میں فرق نہ آنے دیں۔

یہ مسئلہ آزمائش صرف آپ کے لئے نہیں۔ ان آزمائشوں سے تو اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے پیغمبر گزر چکے ہیں انفرادی طور پر تفصیل نہیں لکھ سکتا۔ امام الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کیا بیتی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو آرے سے چیر دیا گیا۔ حضرت یحییٰؑ کی گردن کاٹی گئی۔ حضرت موسیٰ نے کیا کیا تکلیفیں نہ اٹھائیں۔ ہمارے خاتم الانبیا کن کن

صعوبتوں سے گزر کر مدینہ پہنچے وہاں بقایا زندگی آرام و آسائش سے نہ گزری۔ حضرت عمرؓ عثمانؓ علی رضوان علیہم اجمعین کو شہید کیا گیا۔

امام حسینؓ کا سر کاٹ کر بدبختوں نے دمشق نیزے پر بھیجا۔ امام حسنؓ اور امام علی رضاؒ کو زہر دیا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ ، امام حنبلؒ کے ساتھ کیا نہ ہوا۔ خلیفہ وقت نے کوڑے لگوائے۔ الغرض جب ان عظیم ہستیوں کو آزمائشوں سے گزرنا پڑا تو سوچئے ہماری کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔

آزمائش اور ابتلاء، مصیبتیں اور تکلیفیں، مالی و جانی نقصان انسانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ خطرات، پریشانیوں میں ہی ایمان باللہ کا حقیقی امتحان ہوتا ہے۔

گویا اسلامی زندگی مکمل طور پر ایثار و قربانی، عشق کی ولولہ انگیزی اور سرفروشی کا نام ہے، یہی جہاد ہے، یہی قربانی ہے۔ اس چیز کے لئے قرآن نے فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی سبیل اللہ۔ اللہ کی اطاعت اور اس کی بات کو سربلند کرنے کا نام ہے۔

قرآن نے واشگاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ خطرات کا خوف، بھوک کی تکلیف، مالوں اور جانوں کا نقصان، پیداوار میں خسارہ کے ذریعہ تمہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ آزمائش تھوڑی ہو یا بہت، انسان کو تکلیفوں اور مصیبتوں میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا۔ یہ قرآن کی بلاغت ہے کہ وہ ایسا اسلوب بیان اختیار کرتا ہے کہ جس سے جذبات میں انگیخت پیدا ہو جائے۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ موقع اور مقام کی رعایتوں، نزاکتوں کا التزام برقرار رکھتا ہے۔

قرآن پاک میں سورۃ البقرہ پڑھئے:

(ترجمہ) ''اے ایمان والو صبر اور نماز سے استعانت اختیار کرو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے .... ہم تمہیں آزمائشوں میں ڈالیں گے خوف سے (ڈرا کر، کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے) روٹی سے (بھوک سے) مالوں سے ثمرات سے (مفسرین نے کہا ہے تمہاری اولاد بھی ثمر ہے) پیداوار میں خسارے سے اور جو لوگ صبر کریں گے (اس نقصان پر) اور کہیں گے ہر چیز اللہ کی ہے اور اس کی طرف لوٹ کر جانی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اس (رب العالمین) کی رحمتیں نازل ہوں گی۔ اور یہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے'' (البقر۔۱۵۶۔۱۵۳)

اس قاعدہ کلیہ سے نہ کوئی امیر مستثنیٰ ہے نہ کوئی غریب۔ نہ تاجر نہ ساہوکار۔ نہ مزدور نہ سرمایہ دار۔ الغرض اس سے ہر انسان مراد ہے۔ اس میں سے انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، اولیاء، اصفیاء بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ بحیثیت انسان ہر شخص آزمائش سے گزرتا ہے۔ ہم دو لفظوں میں بات ختم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے آزمائش شرط ہے۔

حافظ محمد موسیٰ رنگونی *

مفتی اعظم برما محمود داؤد یوسفؒ

مفتی اعظم برماؒ کی مختصر سوانح:

مفتی اعظم برما مفتی محمودؒ ۱۹۱۶ء میں برما کے دارالحکومت رنگون میں پیدا ہوئے اور پانچ سال کی عمر میں ابتدائی دینی تعلیم مولانا عبدالحمید شاہجہانپوریؒ سے حاصل کی اس کے بعد اردو اور انگریزی کی تعلیم مدرسہ راندیریہ میں حاصل کی پانچ کلاس تک انگریزی پڑھ کر ۱۹۲۹ء میں بغرض عربی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم تشریف لے گئے تھے اور وہاں انہوں نے ابتدائی جماعت سے لے کر دورۂ حدیث تک کا درس حاصل کیا اور ان اکابرین سے درس پڑھنے کا ان کو اعزاز حاصل ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ مولانا عبداللطیفؒ، مولانا اسعد اللہؒ مولانا عبدالرحمانؒ کامل پوریؒ مولانا منظور احمدؒ مولانا عبدالخالقؒ مولانا احمد نورؒ مولانا زکریا قدوسیؒ مولانا اکبر علیؒ مولانا امیر احمدؒ ان کے علاوہ حضرت حکیم الامتؒ سے تبرکا شرح وقایہ کا بھی کچھ سبق پڑھا تھا اور حکیم الامتؒ نے ان کی تجوید کی سند پر اپنے دستخط بھی کئے تھے ساتھ ہی اس وقت کے اکابرین خصوصاً مفتی کفایت اللہؒ مولانا شاہ عبدالقادرؒ مولانا الیاسؒ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت میاںؒ وغیرھم کی ان پر خصوصی توجہ، محبت، اور شفقت تھی اور ان کی دعائیں آپ کے شامل حال رہیں۔ مفتی محمودؒ ۱۹۳۵ء میں مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہوئے تھے اور ۱۹۳۶ء میں ایک سال مدرس کی حیثیت سے مظاہر علوم میں درس بھی دیا تھا اور اسی سال ان کی شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی۔ شادی کے بعد اپنے شفیق استاد حضرت مولانا عبدالرحمان کامل پوریؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ تشریف لے گئے تھے، حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد ان کے والد ماجدؒ نے اس وقت کے مقتدر علماء کرام مولانا اسعد اللہؒ مولانا عبدالخالق، مفتی مرغوب احمدؒ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ وغیرہم کے مشورے اور تائید سے ناموے سورتی سنی قبرستان (رنگون) کے جنوبی جانب ایک الگ زمین پر دارالعلوم کی بنیاد رکھی تھی، اللہ کے فضل وکرم اور اکابر ملت کی دعاؤں کے طفیل آج اس جامعہ کو قائم ہوئے تقریباً ساٹھ سال سے زائد ہو گئے ہیں اور بحمد للہ آج بھی اس کی تعلیم جاری ہے اور یہاں سے ہزاروں طلباء فارغ ہو کر اندرون وبیرون ملک اس بحر علوم کے فیض سے تشنگان علم کو سیراب کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت سیراب کرتے رہیں گے۔ تقریباً ۵۵ سال سے زائد

---

* متعلم جامعہ عربیہ دارالعلوم ناموے رنگون، برما

عرصے تک حضرت مفتی صاحبؒ جامعہ دارالعلوم کے مہتمم و سرپرست رہے اور خود درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، خصوصاً ان کو تفسیر حدیث اور فقہ سے لگاؤ تھا، راقم الحروف نے بھی حضرت مفتی محمودؒ سے جلالین شریف کا درس پڑھا تھا، ساتھ ہی حضرت مفتی صاحبؒ برما کے سب سے بڑے مسلمانوں کے ادارے جمعیت علماء اسلام برما کے صدر بھی تھے یہ ادارہ ملک برما میں سب سے زیادہ معتبر اور مقبول عام تھا اور مسلمانوں کے اکثر مسائل کو حل کرنے میں سرفہرست تھا خصوصاً رویت ہلال رمضان و عیدین کے چاند کے متعلق تمام فیصلے حضرت مفتی صاحبؒ اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے بحسن خوبی انجام دیتے تھے، درس و تدریس و اداروں کی ذمہ داریوں کے باوجود حضرتؒ نے اصلاحی تعلق بھی قائم فرما رکھا تھا۔ حضرت حکیم الامتؒ سے تو طالبعلمی ہی کے زمانے میں بیعت سے سرفراز ہوئے تھے ان کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ ، مولانا محمد موسیٰ مہاجر مدنیؒ وغیرہم نے بھی انہیں بیعت و خلافت سے نوازا تھا۔ یہ ان بزرگوں ہی کی دعائیں تھیں جن کے طفیل حضرت مفتی صاحبؒ سے اللہ رب العزت نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں لیں اللہ تعالیٰ حضرت مفتی اعظم برماؒ کی مغفرت فرماویں، اور ان کے درجات کو بلند فرماویں۔

حضرت مفتی محمودؒ کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ محترمہ اور ایک بیٹا ڈاکٹر سلیم (مقیم حال سعودی عرب) بقید حیات ہیں ان کا ایک اور لڑکا محمد خالد حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی میں ہی انتقال کر چکا تھا اس کی چند بیٹیاں ہیں۔

حضرت مفتی محمودؒ کا وصال ۷ صفر ۱۴۲۴ھ بروز منگل صبح دس بجے ہوا اور اسی دن عشاء کی نماز کے بعد جامعہ دارالعلوم ناموے رنگون کے متصل سورتی سنی قبرستان کے احاطے میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اسکے بعد ان کو یےوے قبرستان میں پرہجوم اشکبار مسلمانوں نے سپرد خاک کر دیا۔

اسلام کا نظام اکل و شرب
و فلسفہ حلال و حرام

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
امام ترمذی کی جامع السنن یعنی ترمذی شریف کے ابواب الاطعمۃ والاشربۃ کی نہایت موثر، دلنشین شرح، جدید عصری معلومات کی روشنی میں اسلام کے نظام اکل و شرب کے منفرد خصوصیات اور اسلام کے فلسفہ حلال و حرام پر اچھوتے انداز میں بحث۔
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
صفحات: ۴۵۰ قیمت -/۲۰۰ روپے

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم کی سالانہ دستار بندی و تقسیم اسناد:

امسال بھی دارالعلوم حقانیہ کا سالانہ جلسہ دستار بندی اور ختم بخاری شریف کی تقریب مورخہ ۲۵ ستمبر۲۰۰۳ء بروز جمعرات بعد از نماز ظہر قرار پائی ہے۔ جس میں سینکڑوں فضلاء کرام کی دستار بندی کی جائے گی۔ اس مبارک اور روح پرور تقریب میں بغیر کسی اشتہار اور مدرسے کی طرف سے باقاعدہ دعوت نامہ نہ بھیجنے کے باوجود شرکا کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس میں ملک بھر سے علماء اور مشائخ عظام از خود اطراف عالم سے شرکت کیلئے تشریف لاتے ہیں۔ پاکستان اور خصوصاً صوبہ سرحد میں یہ تقریب ہر لحاظ سے یادگار، منفرد اور یکتا ہوتی ہے۔ قارئین الحق، فضلاء حقانیہ، معاونین حقانیہ اور عامۃ المسلمین کے لئے ختم بخاری شریف کی اس روح پرور تقریب میں شرکت باعث سعادت ہوگی۔

مجلس شوریٰ کا اجلاس:

۲۴ اگست بروز اتوار ۲۰۰۳ء کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہتمم ادارہ دارالحدیث کے پرانے ہال میں منعقد ہوا۔ تلاوت قران مجید کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ نے سال ۲۳،۱۴۲۲ھ کے آمد وخرچ کا تفصیلی میزانیہ پیش کرتے ہوئے جامعہ حقانیہ کے ملکی ملی و دینی خدمات پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور ادارہ ہذا کے قبولیت عامہ، روز افزوں ترقی کو اللہ کا خصوصی انعام اور جامعہ کے بانی اور اس کے مخلص ساتھیوں اور معاونین کا عظیم کارنامہ قرار دیا

سال گزشتہ کے آمد اور اخراجات کے بعد سال ۲۴،۱۴۲۳ھ کے لئے مطلوبہ بجٹ مبلغ ایک کروڑ پچیس لاکھ روپے کا میزانیہ جو کہ سال کے لازمی و روزمرہ کے اخراجات پر مشتمل تھا، شوریٰ کے سامنے پیش فرمایا۔ اس کے علاوہ ادارہ کے بعض اہم ترین اور فوری نوعیت کے عزائم ومنصوبے مثلاً جدید مطبخ کی تعمیر، وسیع وعریض جامع مسجد کی ضرورت، ڈسپنسری کا قیام، جدید سہولیات سے آراستہ نئے کتب خانے کے لئے عمارت، اساتذہ وعملہ کے مشاہرات میں اضافہ، نئے کمپیوٹرز کے حصول، اساتذہ و دیگر ملازمین کے رہائشی مکانات کی تعمیر کی طرف اراکین شوریٰ کو متوجہ فرمایا۔ اراکین شوریٰ نے دارالعلوم حقانیہ کے کارہائے نمایاں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنے بہترین آراء وتجاویز سے ادارہ کے

منتظمین کو نوازا۔ اس عزم کا اظہار فرمایا کہ حقانیہ کے مزید ترقی و استحکام کے لئے ہم ایک بار پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے مخلص رفقاء کا کردار ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ شوریٰ نے سالانہ بجٹ کے منظوری کے ساتھ آئندہ عزائم کے ابتدائی اخراجات کے طور پر پانچ کروڑ روپے کی منظوری توکلاً علی اللہ بامید آمدی۔ آخر میں جامعہ حقانیہ کے نائب مہتمم استاذ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے اراکین شوریٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اراکین پر زور دیا کہ دینی مدارس اور خصوصاً جامعہ حقانیہ جو کہ اسلام دشمن قوتوں کا ٹارگٹ اور آنکھوں کا کانٹا ہے اس کی حفاظت مزید ترقی و استحکام کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داریاں بڑھ چکی ہیں۔ اس ادارہ کے بے شمار مسائل وضروریات اور محدود وسائل کے پیش نظر ہمیں زندگی کا ایک معتد بہ حصہ اس کی خدمات کیلئے وقف کرنا ہوگا۔ اور انشاء اللہ یہی عمل اللہ کے دربار میں اجر و سرخروئی کا باعث ہوگا۔

دار العلوم کے قدیم فاضل اجل شیخ الحدیث حضرت مولانا بہرہ مند صاحبؒ کی وفات:

علم وعرفان کا ایک اور چراغ بجھ گیا۔ حضرت علامہ مولانا بہرہ مند صاحب شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری ضلع ہنگو بھی اچانک ہمیں داغ مفارقت دے کر چل بسے۔ حضرت موصوف علم ومعرفت کے مینار اور تقویٰ و اخلاص کے شعار تھے۔ انکا تعلق مٹہ (ضلع ہنگو) سوات سے تھا۔ مگر زندگی کا بیشتر حصہ خدمتِ علم و دین کے سلسلے میں وطن مالوف سے باہر ہی گزرا۔ مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ ایک طویل عرصہ تک تہکال پشاور میں مدرس رہے اور زندگی کے آخری سولہ سال جامعۃ العلوم الاسلامیہ زرگری کے مسندِ حدیث کی زینت رہے۔ ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۸ اگست ۲۰۰۳ کی صبح کو حرکت قلب بند ہوجانے سے اس دار فانی سے رخصت ہوئے

موصوف حضرت شیخ الحدیثؒ کے ان خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔ جو کہ دیوبند سے پاکستان آتے ہوئے ان کے ساتھ آئے تھے اور اکوڑہ خٹک میں حضرت الشیخؒ کے ابتدائی زمانہ تدریس میں ان سے دورۂ حدیث پڑھا تھا۔ اپنے شیخ سے محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ اس پیرانہ سالی میں جب کہ ان کی عمر اسی سال سے تجاوز کرگئی تھی وہ حضرت الشیخؒ کی قبر کی زیارت کے لئے حقانیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ وفات کے بعد ان کی جیب سے ایک چھوٹی سی پاکٹ بک ملی جس میں کچھ پتے، فون نمبرز اور ضروری معلومات درج تھیں۔ ایک فون نمبر کی تلاش میں جب اسے کھولا گیا تو جلی حروف میں ایک صفحہ پر حضرت الشیخ الحدیثؒ کے دو کیسٹ ان کی فرمائش پر بھیج دیئے۔ جنہیں سن کر بہت زیادہ خوش ہوئے۔ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے درس سننے میں بڑا لطف آیا۔

حضرت نے اپنے پسماندگان میں تین بیٹے اور چند بیٹیاں چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

تبصرہ کتب

کتاب: مشاہیرِ عالم اوران کا سفرِ آخرت مرتب: مولانا محمد ازہر صاحب

ضخامت: ۱۵۰ صفحات قیمت: درج نہیں ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

؎ مدرسہ تھا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا ہم تو بس مہمان تھے اک تو ہی صاحب خانہ تھا
وائے نادانی بوقتِ مرگ یہ ثابت ہوگیا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

ارشاد ربانی کل نفس ذائقة الموت ہر ذی روح کے لئے موت مقرر ہے۔اس سے کسی کو مفر نہیں۔چاہے وہ درویش بے گلیم ہو یا گدائے بے نوا ہو۔صاحب جاہ وجلال بادشاہ ہو یا وقت کا فرعون ونمرود ہو۔اس سرائے دہر میں چند روز قیام کے بعد یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذی الجلال والاکرام۔

؎ یہ سرائے دہر مسافر و بخدا کسی کا مکان نہیں جو مقیم تھے اس میں کل یہاں کہیں آج ان کا نشاں نہیں

زیر تبصرہ فن پارہ اسی حوالے سے ایک بہترین عبرت انگیز اور نصیحت آموز کتاب ہے، جسے ملک کے نامور اہل قلم اور معروف ادیب ماہنامہ ''الخیر'' کے مدیر شہیر مولانا محمد ازہر صاحب زید مجدہ نے انتہائی عرقریزی سے مرتب کیا ہے۔جس کے مطالعہ سے قاری پر ایک عجیب روحانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور چند لمحوں کے لئے ''ملکوتی عالم'' میں پہنچ جاتا ہے۔کتاب ایسی کہ بار بار پڑھنے پر بھی دل نہیں اکتا جاتا۔بقول مرتب کتاب

''حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ اسے مرتے وقت کلمہ طیبہ تلقین کیا گیا۔تو اس نے جواباً کہا میں نے ساری زندگی تو نماز نہیں پڑھی اس کلمہ سے کیا ہو جائے گا۔معاذ اللہ بعض لوگوں نے مرتے وقت شراب کی فرمائش کی۔دوسری جانب بے شمار سعادت مند ایسے بھی ہیں جنہوں نے سجدہ کی حالت میں جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔اگر چہ انسان کا سفرِ آخرت اپنے اندر موعظت وعبرت کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور رکھتا ہے۔مگر مشاہیر کے آخری کلمات اور سفرِ آخرت کے احوال سے انسان نسبتاً زیادہ اثر لیتا ہے۔اسی موضوع پر راقم کو برادر محترم حضرت حافظ محمد اسحاق صاحب زید مجدھم نے ہندوستان کی مطبوعہ کتاب مشاہیر کے آخری کلمات دکھائی جو کہ جناب زاہد حسین انجم صاحب کی مرتبہ تھی۔جناب حافظ محمد اسحاق صاحب زید مجدھم نے فرمائش کی کہ اس موضوع کو مزید وسعت دے کر حضرات انبیاء علیہم السلام حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرات تابعین کرام اولیاء امت مشائخ عظام علمائے حق اور عامۃ

المسلمین کے احوال آخرت کا اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ احقر نے ان کے حکم کے مطابق متعدد مستند کتابوں کی صد ورق گردانی کے بعد یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جس میں غیر مسلم معروف شخصیات کا باب مکمل طور پر مذکورۃ الصدر کتاب سے لیا گیا جس کے لئے راقم جناب زاہد حسین انجم صاحب کا شکر گزار ہے جن شخصیات کے سفر آخرت کو لیا گیا ہے ان کی زندگی کا اجمالی خاکہ بھی پیش کر دیا گیا ہے جس سے ان کے سفر آخرت کے حسن یا قبح کی وجہ سمجھنے مین بڑی حد تک مدد ملتی ہے۔

کتاب معنوی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی بہت دلکش اور دیدہ زیب ہے ہر اردو دان صاحب کے لئے اس مطالعہ از بس ضروری ہے اور بلاشبہ یہ قیمتی جواہر ریزہ ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل ہے۔ (م۔ا۔ف)

کتاب: دوائے دل افادات: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

مرتب: مولانا محمد اسحاق صاحب ملتانی ضخامت: ۲۴۰ صفحات قیمت: درج نہیں۔

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ نے اصلاح و تجدید کے جو کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ایک دنیا اس کی معترف اور ایک عالم اس بحر ذخار سے فیض یاب ہے۔ قدرت نے آپ کو جو صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں۔ فرد واحد میں ان کا مجتمع ہونا بظاہر بہت شاذ اور نادر ہی بات ہے لیکن ع یہ اسکی دَین ہے جسے پروردگار دے

پھر اللہ تعالیٰ نے آپکو ایسے اجل تلامذہ عطا فرمائے تھے۔ جن کا علمی تفوق بالکل واضح اور جن کے علم و فضل سے کسی کو انکار نہیں۔ انہوں نے حضرت حکیم الامتؒ کے تمام ملفوظات خطبات اور مکتوبات یکجا کئے اور ایک خزانہ عامرہ محفوظ کیا۔ جس سے تا قیامت مستفیدین مستفیض ہوتے رہیں گے۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ کے مولانا محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ نے ہر خاص و عام کے استفادہ کے پیش نظر کمالات اشرفیہ کی تلخیص کر کے اس کا لب لباب دوائے دل۔ کے نام سے امت کے سامنے پیش کیا ہے تا کہ اس کا افادہ عام ہو اور ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس سے اپنی تشنہ کامی کا سامان کر سکے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی بابرکت و باسعادت کاوش ہے جس پر مرتب کتاب اور ادارہ ہدیہ تبریک کا مستحق ہے بقول مرتب ہماری اس تلخیص کا ماخذ ملفوظات میں کمالات اشرفیہ جو کہ جملہ ملفوظات کا انتخاب ہے اور حضرت کے جملہ خلفاء کا پسندیدہ ہے اور سب سے بڑی خوبی اور خوش بختی ہے کہ اس میں جتنا بھی مواد ہے وہ سب حضرت کے اپنے الفاظ ہیں۔ البتہ قارئین کی تفہیم و تسہیل کے لئے عنوانات ہم نے لگائے ہیں۔ اعلیٰ قیمتی کاغذ اور خوبصورت طباعت سے آراستہ یہ کتاب ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان اور ملک کے دیگر اہم مکتبوں سے دستیاب ہے۔ (م۔ا۔ف)

مدارس کے طلباء اور اساتذہ کرام کے لئے خوشخبری

اشرف الہدایہ مکمل سیٹ

شرح اردو
ہدایہ

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی
مدرس جامعہ دارالعلوم دیوبند وقف

اضافہ عنوانات: مولانا محمد عظمت اللہ
رفیق جامعہ فاروقیہ کراچی

عمدہ پاکستانی کاغذ — مفصل عنوانات کا اضافہ، ہر جلد کے شروع میں جامع فہرست، تسہیل اور کمپیوٹر کمپوزنگ — معیاری طباعت

خوبصورت پائیدار جلدیں، تمام درجات کے طلباء کی ضرورت و سہولت کے مطابق

شعبان میں انشاء اللہ مکمل سیٹ دستیاب ہوگا۔ قیمت نہایت مناسب

حصہ اول: کتاب الطہارات تا باب شروط الصلوۃ قیمت =/180
حصہ دوم: باب صفۃ الصلوۃ تا باب الصلوۃ فی الکعبۃ قیمت =/186
حصہ سوم: کتاب الزکوۃ تا باب الہدی قیمت =/195
حصہ چہارم: کتاب النکاح تا باب طلاق المریض قیمت =/186

عین الہدایہ جدید ۸ جلد
تشریحات، تسہیل، عنوانات کے اضافہ کے ساتھ
مقدمہ: شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب

علماء وطلباء کے لئے بے نظیر تشریح جس میں تمام مباحث کا حل پیش کیا گیا ہے۔ ۲۵ سال سے استاد ہدایہ کے قلم سے ایک بے مثال تشریح از مولانا انوار الحق قاسمی صاحب استاد ہدایہ کے قلم سے
پیش لفظ: مفتی نظام الدین شامزئی صاحب
تقریظات: مولانا احسان اللہ شائق و مولانا عبداللہ شوکت — کامل سیٹ قیمت =/2460

خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد کامل
یعنی مجموعہ فتاویٰ برائے خواتین
جمع و ترتیب: مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

خواتین کے متعلق عقائد، عبادات، معاملات، نکاح، طلاق، وراثت اور جائز و ناجائز کے مسائل کا نافع مجموعہ سوال و جواب کی شکل میں۔ از افادات حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمن صاحب، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی عاشق الٰہیؒ، حضرت یوسف لدھیانویؒ، مفتی رشید احمد صاحب، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاجپوری و دیگر علماء کرام — امپورٹڈ کاغذ قیمت =/615

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل
مولانا مفتی محمد شفیعؒ

اس کی دوسری جلد میں وہ فتاویٰ شامل ہیں جو حضرت مفتی صاحب نے پاکستان میں جاری فرمائے۔ جدید ایڈیشن کو کمپیوٹر کتابت سے آراستہ کر کے طبع کیا گیا ہے۔
اعلیٰ کاغذ، خوبصورت جلد — قیمت =/645

ترتیب جدید، تبویب، تعلیق اور تخریج جدید کے ساتھ
فتاویٰ رحیمیہ جدید (کمپیوٹر) کامل ۱۰ حصے در ۵ جلد
زیر ہدایت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

رفیق دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے قلم سے
سفید کاغذ، اعلیٰ طباعت، پائیدار جلد — قیمت =/1275

رفیق دارالافتاء، جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی تخریج جدید کے ساتھ
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند
کلاں مکمل مدلل ۱۲ حصص در ۶ جلد

جدید تخریجات کے اضافہ یعنی دارالافتاؤں میں رائج الوقت کتب فتاویٰ کے بھی صفحات کے نمبر شامل کر دیئے گئے اور قدیم بھی شامل ہیں۔
اعلیٰ پاکستانی کاغذ، کمپیوٹر کتابت، ۶ جلد بیروت ٹائٹل مناسب — قیمت =/1560

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی ہونیوالا علمی ذخیرہ
کفایت المفتی جدید مدلل حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ ۵ جلد کامل
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

تمام مسائل پر عنوانات اور حوالوں کے ساتھ جس سے مفتیان کرام محققین، علماء وطلباء اب بآسانی استفادہ کر سکیں گے۔ اعلیٰ معیار کے ساتھ
کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ کاغذ وطباعت، مجلد بیروت اسٹائل — قیمت =/1500

کتاب الکفالۃ والنفقات
مولانا عمران الحق کلیانوی صاحب

مولانا مد ظلہم کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ اس موضوع پر پہلی کتاب
اعلیٰ امپورٹڈ کاغذ وطباعت، خوبصورت پائیدار جلد — قیمت =/225

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون: 021-2213768, 2631861

خصوصی رعایتی نرخوں کے لئے رابطہ فرمائیں

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

Adarts-HRA-4/2003